اَلتَّيْسِيْر فِيْ عِلْمِ التَّفْسِيْر

علم تفسیر آسان لفظوں میں

سوالاً جواباً اسائنمنٹ

مرتب و کمپوزر
محمد افضل رضا عطاری باب الاِسلام سندھ

شعبہ
فیضانِ آن لائن اکیڈمی دعوت اسلامی
03085563948

﴾بسم اللہ الرحمن الرحیم﴿

{ علم تفسیر }

سُوال: علم تفسیر کی تعریف بیان کیجیے اور وضاحت لکھیے۔

جواب: وہ علم جس میں احوالِ قرآن سے بحث کی جائے یعنی نزولِ قرآن، الفاظِ قرآن، معانیِ قرآن، ناسخ و منسوخ

وضاحت:۔ علمِ تفسیر در حقیقت علومِ قرآن اور اس سے متعلق بہت سے مباحث کا مجموعہ ہے ، علمِ تفسیر کی طرف بڑھنے سے پہلے اس کی ابتدائی چیزوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ علومِ قرآن اور مباحثِ قرآن کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

سُوال: علم تفسیر کا موضوع اور غرض و غایت بیان کیجیے اور بتائیے اس علم کا واضع کون ہے؟

جواب: مذکورہ احوال کی حیثیت سے قرآن پاک علمِ تفسیر کا موضوع ہے۔

غرض و غایت:۔ معانیِ قرآن کو سمجھنا اور اللہ کی رسی کو تھام کر دنیا و آخر میں کامیاب ہونا۔

واضع:۔ علمِ تفسیر اللہ اور اس کے رسول کا وضع کردہ علم ہے۔

سُوال: علم تفسیر کے فوائد و ثمرات لکھیے اور فضیلت بیان کیجیے۔

جواب: ثمرات: علمِ تفسیر کی مدد سے عقائد، احکامِ شرعیہ، اخلاقِ حسنہ اور عمدہ نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔

فضیلت:۔ علمِ تفسیر تمام علوم میں سب سے افضل، اعلیٰ اور عظمت والا ہے کہ ہر علم کی اہمیت اس کے موضوع کی اہمیت سے اجاگر ہوتی ہے اور علمِ تفسیر کا موضوع سب سے بزرگ تر ہے۔

سُوال: علم تفسیر کی حاجت و ضرورت پر نوٹ لکھیے۔

جواب: قرآنِ مجید کو سمجھنے، اس کی تعلیمات کو جاننے اور اس میں بیان کردہ ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے پر دنیا و آخرت میں کامیابی کا دار و مدار ہے جو اللہ پاک کی توفیق سے ہی ممکن ہے ، یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص قرآن سمجھنے کے لیے عربی سیکھ لے، علومِ عربیہ کا ماہر ہوجائے اور قرآن سمجھنے کا دعویٰ کرنے لگے بلکہ یہ چیزیں اس کے لیے بنیادی علوم کا کام دینے والی ہیں، اصل علم، ہدایت اور عقل و دانائی جس کا مخزن قرآن ہے اور یہ علم صرف اور صرف توفیقِ الٰہی سے ہی حاصل ہوسکتا ہے ۔

{ قرآن پاک کی تعریف }

سُوال: قرآنِ پاک کی تعریف عربی میں بیان کیجیے اوراس کا سلیس ترجمہ اپنی کاپی پر لکھیے۔

جواب: ﴿هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُنَزَّلُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْجِزُ بِلَفْظِهِ الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ الْمَنقُوْلُ إِلَيْنَا بِالتَّوَاتُرِ الْمَكْتُوْبُ فِي الْمَصَاحِفِ مِنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ إِلٰى آخِرِ سُوْرَةِ النَّاسِ ۔﴾

ترجمہ: قرآن اللہ کاکلام ہے جو اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر نازل کیا گیا، اس کے الفاظ عاجز کرنے والے ہیں،اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے، وہ تواتر کے ساتھ نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا اور سورۂ فاتحہ سے سورۂ ناس تک مَصاحِف میں لکھا ہوا ہے۔

سُوال: کلام، اللہ کی صفت ہے، اس میں ہمارے لیے کیا عقیدہ رکھنا ضروری ہے؟

جواب: ”کلام“ اللہ پاک کی صفت ہے جو الفاظ، آواز، رکنے اور ٹھہرنے سے پاک ہے کیونکہ یہ چیزیں مخلوق کے کلام کے لیے ضروری ہیں اور خود مخلوق و حادِث ہیں جبکہ اللہ پاک کا کلام قدیم ہے جس طرح اس کی ذات قدیم ہے۔

سُوال: کسی مخلوق کے لیے قرآن کی مثل بنانا کیوں ممکن نہیں؟

جواب: اللہ پاک کے کلام پر دلالت کرنے والے قرآن کے الفاظ اپنی حسنِ ترتیب و تاثیر ، فصاحت و بلاغت، سابقہ و آیندہ ہونے والے واقعات کی خبروں اور زبردست راہ نما اصولوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس قدر کامل اور درست ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس جیسا ایک اور کلام نہیں لاسکتا۔ بالفاظ دیگر کسی فرشتے، انسان یا جن میں قرآن کی مثل لانے کی طاقت نہیں۔

سُوال: لوگوں کی ہدایت کے لیے کتنے صحائف و کتب نازل ہوئیں اور کن کن پر ہوئیں؟

جواب: اللہ پاک نے اشرف المخلوقات حضرت انسان کی ہدایت کے لیے کئی انبیا اور رسولوں کو بھیجا اور اپنے پاک کلام پر مشتمل 104 مختلف کتابیں اور صحائف نازل کیے:

- 50 صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

❖ 30 صحیفے حضرت ادریس علیہ السّلام پر نازل ہوئے ۔

❖ 10 صحیفے حضرت ابراھیم علیہ السّلام پر نازل ہوئے ۔

❖ 10 صحیفے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات شریف اترنے سے پہلے نازل ہوئے۔

چار بڑی کتابیں نازل ہوئیں:

I. "تورات" حضرت موسیٰ علیہ السّلام پر

II. " زبور" حضرت داود علیہ السّلام پر

III. "انجیل" حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پر

IV. "قرآن" حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر

سُوال: تلاوت قرآن کی فضیلت پر کوئی دو حدیثیں تلاش کرکے خوش خط لکھیے۔

جواب: **تلاوت قرآن کی فضیلت پر دو احادیث مبارکہ:۔**

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا، اس کے لیے اس کے بدلے میں ایک نیکی ہے اور یہ نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور " م " ایک حرف ہے۔

❖ حضرت سیِّدُنا ابوامامہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمکو فرماتے ہوئے سنا: "قرآنِ پاک پڑھو بے شک یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا۔"

{ اسمائے قرآن }

سُوال: قَرْن کے معنیٰ اوراس اعتبار سے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کیجیے۔

جواب: قرن کے معنیٰ ہیں "ملانا" اس اعتبار سے قرآن کو "قرآن" کہنے کی 3 وجوہات ہیں:

i. قرآن کی سورتیں، آیات اور حروف ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

ii. قرآن میں موجود حکمتیں اور احکام ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

iii. قرآن کے کتابُ اللہ ہونے پر دلائل ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

سُوال: اسمِ مصدر کی تعریف لکھیے، نیز قرآن اگر اسمِ مصدر ہو تو اس کے معنیٰ کیا ہوں گے؟

جواب: لفظِ قرآن " قِرَاءَۃ " کا اسمِ مصدر ہے، جیسے "اَعْطٰی" کا اسم مصدر "عطاء" ہے ۔ قِرَاءَۃ کے معنیٰ ہیں "پڑھنا" چونکہ قرآن کو پڑھا جاتا ہے اس لیے یہ اسمِ مفعول کے معنیٰ میں کلامِ الٰہی کا نام ہوگیا، جیسے لفظِ "کتاب" لفظ "مکتوب" کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

سُوال: قَرْء کے معنیٰ اوراس اعتبار سے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کیجیے۔

جواب: قَرْء کے معنیٰ ہیں "جمع کرنا" اس اعتبار سے قرآن کو "قرآن" اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں آیتیں اور سورتیں جمع ہیں۔

سُوال: قرآن کے کوئی 10 صفاتی نام معنیٰ کے ساتھ یاد کرکے تحریر کیجیے۔

نام	معنیٰ	نام	معنیٰ
قرآن	پڑھی جانے والی کتاب	ذکر	یاد دلانے والی
کتاب	جمع کرنے والی کتاب	ہدیٰ	ہدایت دینے والی
فرقان	فیصلہ کرنے والی کتاب	حکمۃ	حکمت والی
کلام اللہ	اللہ کا کلام	حکم	حکم دینے والی
حبل	رسی	بیان	ظاہر کرنے والی

{ حدیثِ قدسی }

سُوال: حدیثِ رَبَّانی کی عربی میں تعریف کیجیے۔

جواب: حدیثِ ربانی کی تعریف: ﴿هُوَ مَا أَضَافَهُ النَّبِيُّ إِلَي اللهِ تَعَالي﴾

یعنی وہ حدیث جس کی نسبت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ و سلم اللہ پاک کی طرف فرمائیں ۔

سُوال: حدیثِ الٰہی کو راوی کن الفاظ سے روایت کرتے ہیں؟

جواب: جس حدیث کی سند میں راوی مندرجہ ذیل جملے کہے وہ حدیثِ الٰہی ہوتی ہے:

- ﴿قَالَ رسولُ الله فِيْمَا يَرْوِيْهِ عَنْ رَبِّهٖ﴾ یعنی رسولُ اللہ نے فرمایا اس بارے میں جو آپ اپنے پَروَردِگار سے روایت فرماتے ہیں۔
- ﴿ قَالَ رسولُ الله قَالَ تَعَالٰی ﴾ یعنی رسولُ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
- ﴿قَالَ رسولُ الله يَقُوْلُ تَعَالٰی ﴾ یعنی رسولُ اللہ نے فرمایا کہ اللہ پاک فرماتا ہے۔

سُوال: قرآنِ مجید اور حدیثِ قدسی کے درمیان فرق بتائیے۔

جواب:

قرآن مجید	حدیث قدسی
لفظ اور معنیٰ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں	معنیٰ اللہ کی طرف سے ہیں اور الفاظ رسولُ اللہ کی طرف سے
روایت بالمعنیٰ جائز نہیں	روایت بالمعنیٰ جائز ہے
اس کے ساتھ نماز درست ہے	اس کے ساتھ نماز درست نہیں
تلاوت عبادت ہے اور قاری کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی	تلاوت عبادت نہیں اور ثواب اسی طرح ہوگا جیسا دیگر اعمال میں ہوتا ہے

بے وضو کو اس کا چھونا حرام ہے اور بے غسل کا تلاوت کرنا بھی حرام ہے	بے وضو اور بے غسل کا اس کو چھونا اور پڑھنا دونوں جائز ہیں
الفاظ و معنیٰ دونوں کی روایت متواتر ہے	روایت کا متواتر ہونا ضروری نہیں
صحت یقینی ہے اور تحریف و تبدیلی سے محفوظ ہے	صحیح، ضعیف بلکہ موضوع بھی ہو سکتی ہیں۔
پورا کا پورا مصحف شریف میں موجود ہے	کتبِ احادیث میں بکھری ہوئی ہیں

{وحی}

سوال: وحی کے لغوی معانی بیان کیجیے۔

جواب: **وحی کا معنیٰ:**

وحی کا لفظ چھ معانی کے لیے آتا ہے: (1) اَلْاِشَارَۃ یعنی اشارہ کرنا (2) اَلْکِتَابَۃ یعنی لکھنا (3) اَلرِّسَالَۃ یعنی پیغام بھیجنا (4) اَلْاِلْہَام یعنی دل میں بات ڈالنا (5) اَلْکَلَامُ الْخَفِیُّ یعنی خفیہ بات کرنا (6) اَلصَّوْتُ فِیْ الْاَشْیَاءِ یعنی چیزوں میں پیدا ہونے والی آواز۔

سوال: وحی کی تعریف عربی میں تحریر کیجیے اور اپنی کاپی پر اس کا خوش خط ترجمہ لکھیے۔

جواب: ﴿هُوَ كَلَامُ اللهِ الْمُنَزَّلُ عَلٰى نَبِيٍّ مِّنْ أَنْبِيَائِهٖ﴾ یعنی اللہ پاک کا وہ کلام جو کسی نبی پر نازل ہوا ہو۔

سوال: وحی کی اقسام بیان کیجیے۔

جواب: **انبیائے کرام علیہمُ الصّلوٰۃ والسّلام کے حق میں وحی کی درج ذیل تین قسمیں ہیں:**

1) بغیر کسی واسطے کے اللہ پاک کا قدیم کلام سننا، مثلاً پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے شبِ معراج کلامِ دِل نَواز سننے کا شَرَف پایا۔

2) فرشتے کے ذریعے اللہ پاک کا کلام آنا، مثلاً قرآنِ مجید کی اکثر آیات۔

3) انبیائے کِرام کے دلوں میں معانی ڈالنا،

جیسا کہ رسولُ اللہ نے فرمایا: ﴿إِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ﴾ یعنی جبریلِ امین علیہ السّلام نے میرے دل میں القا فرمایا۔

سوال: وحی کی سات صورتوں کے بارے میں بتائیے کون سی صورت کس قسم کے تحت ہوگی؟

جواب: **انبیائے کرام کی طرف سات طریقوں سے وحی آیا کرتی تھی:**

(1) خواب میں وحی ہو، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا۔

(2) گھنٹی کی آواز جیسی آواز ہو ، وحی کی یہ قسم سب سے سخت ہوا کرتی تھی۔

(3) دل میں القا ہو۔

(4) فِرِشتہ کسی مرد کی شکل میں وحی لے کر آئے، جیسے حضرتِ جبرِیلِ امین علیہ السلام حضرتِ دِحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں حاضرِ بارگاہ ہوتے۔

(5) حضرت جبرِیلِ امین علیہ السلام اپنی اصل صورت میں حاضر ہوں کہ ان کے چھ سو بازو ہوتے جن سے یاقوت اور موتی جھڑتے۔

(6) اللہ پاک کا کلامِ قدیم سنیں، خواہ بیداری میں ہو جیساکہ کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا، یا خواب میں جیساکہ حدیث شریف میں ہے: أَتَانِي رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ... فَقَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلٰى ؟ یعنی میرے پروردگار نے مجھ پر بہترین تجلی فرمائی، پھر پوچھا ملاءِ اعلیٰ (مقرب فرشتے) کس بارے میں بحث کر رہے ہیں؟

(7) حضرت اِسرافیل علیہ السلام وحی لے کر حاضر ہوں، جیسا کہ آپ تین سال تک پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی بارگاہ میں وحی لانے کی خدمت پر مامور تھے، پھر یہ خدمت حضرت جبرِیلِ امین علیہ السلام کے سپرد کردی گئی۔

سوال: بوقتِ وحی پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کیفیات پر روشنی ڈالیے۔

جواب: **ذیل میں ان کیفیات کا بیان کیا جارہا ہے جو نُزولِ وحی کے وقت رسولُ ﷺ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر طاری ہوا کرتی تھیں:**

- جب وحی نازل ہوتی تو سخت ٹھنڈ کے موسم میں بھی پیشانی پر پسینا آنے لگتا۔
- نُزولِ وحی کے وقت چہرۂ مبارکہ کے پاس مکھی کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی۔ وحی نازل ہوتے وقت آپ کا جسم مبارک بہت زیادہ وزنی ہوجاتا۔
- اگر سواری کی حالت میں وحی آتی تو سواری کا جانور اس کا بوجھ برداشت نہ کرپاتا اور بیٹھ جاتا،اس میں حرکت کرنے کی بالکل طاقت نہ رہتی۔

{ نُزول قرآن }

سُوال: نزولِ قرآن کا معنیٰ بیان کیجیے اور بتائیے متعدد نزول میں کیا حکمت تھی؟

جواب: **نزولِ قرآن کا معنیٰ:**

قرآن کا لوحِ محفوظ اور آسمانِ دنیا پر نازل ہونا اور حقیقی الفاظ کے ساتھ رسولُ اللہ ﷺ کی طرف اترنا۔

مُتَعَدِّد نُزول کی مُشْتَرکہ حکمت:

قرآن پاک کے اس کثرتِ نُزول یعنی پہلے لوحِ محفوظ، پھر آسمانِ دنیا اور پھر قلبِ مصطفےٰ پر نازل فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ قرآن سے ہر قسم کے شکوک و شبہات کی نفی ہوجائے اور مسلمانوں کے ایمان کی پختگی اور اعتماد کی زیادتی ہو کیونکہ جو کلام کئی دستاویزات میں ہو اس کی صحت بڑھ جاتی ہے اور تمام شکوک و شبہات دور ہوجاتے ہیں، نیز سمجھ دار شخص اس کو درست تسلیم کرلیتا ہے۔

سُوال: قرآن کے تین بار نزول میں سے ہر ایک کی ایک ایک حکمت بتائیے۔

جواب: **قرآن مجید کا نزول تین مرتبہ ہوا:**

پہلا نزول: لوحِ محفوظ کی طرف ایک ساتھ پورا قرآن نازل ہوا، چونکہ لوحِ محفوظ کی تخلیق کی حکمت یہی ہے کہ اس میں ہر شے لکھ دی جائے اور قرآن کا معاملہ اس کائنات میں سب سے اہم ہے۔

دوسرا نزول: شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف ایک ساتھ ہی پورا قرآن نازل ہوا، تاکہ آسمان پر رہنے والے فِرِشتے قرآن اور صاحبِ قرآن یعنی رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت و شان سے واقف ہوجائیں۔

تیسرا نزول: آسمانِ دنیا سے قلبِ مصطفےٰ کی طرف کم و بیش 23 سال کے عرصے میں ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا تاکہ اللہ پاک کی عنایات کا ظہور ہوتا رہے، شرعی احکام کا آہستہ آہستہ نفاذ ہو اور اُمَّت پر کسی قسم کی دُشواری نہ ہو۔

سُوال: نزولِ قرآن والی آیات اپنی کاپی پر خوش خط تحریر کیجیے۔

جواب:پہلا نزول ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌۙ(۲۱) فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ(۲۲) ترجمہ: بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے لوحِ محفوظ میں۔

دوسرا نزول ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ) ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا۔

تیسرا نزول ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ترجمہ:اور قرآن ہم نے جدا جدا کرکے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا ۔

{حفاظت قرآن}

سُوال: حفاظتِ قرآن سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ پاک نے قرآن پاک کو ہر قسم کے رد و بدل اور کسی بھی حرف و نقطہ کی کمی بیشی سے محفوظ رکھا ہے، اگر پوری دنیا بھی اس کے بدلنے پر جمع ہوجائے تو کامیاب نہیں ہوسکتی۔

سُوال: حفاظتِ قرآن کی کوئی ایک صورت بیان کیجیے۔

جواب: قرآن کو معجزہ بنایا کہ کسی انسان کا کلام اس میں شامل ہی نہ ہوسکے۔

سُوال: قرآن میں شک کرنے والا کس آیت کو جھٹلانے والا ہے؟ آیت اور ترجمہ بیان کیجیے۔

جواب: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:(اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ترجمہ: بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

{جمعِ قرآن}

سُوال: جمعِ قرآن کا معنیٰ بیان کیجیے اوراس کی قسموں پر روشنی ڈالیے۔

جواب: جمع سے مراد کسی بکھری ہوئی چیز کو یکجا کردینا ، جمعِ قرآن کا معنیٰ ہوگا کہ مکمل قرآن کو لوحِ محفوظ کی ترتیب کے مطابق حفظ و کتابت کی صورت میں ایک جگہ جمع کردینا۔

جمعِ قرآن کی دو قسمیں ہیں: (1) بصورتِ حفظ جمع کرنا (2) بصورت کتابت جمع کرنا

سُوال: دورِ رسالت میں جمعِ قرآن کی کیا صورت تھی؟

جواب: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کئی صحابہ کو وحیِ الٰہی لکھنے پر مقرر فرمایا تھا جیسے جیسے وحی آتی آپ ان حضرات کو لکھوا دیتے اور اس آیت یا سورت کا مقام بھی ارشاد فرمادیتے یوں دورِ رسالت میں ہی پورا قرآن لکھا جاچکا تھا۔ لیکن قرآنِ پاک کے یہ صحائف ایک جگہ جمع نہیں کیے گئے تھے بلکہ مختلف صحابۂ کِرام کے پاس موجود تھے۔

سُوال: جمعِ قرآن کے دوسرے اور تیسرے مرحلے کے اسباب بتائیے۔

جواب: **دوسرے مرحلے کا بنیادی سبب:** رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے وصالِ ظاہری کے بعد کئی فتنوں نے سر اٹھایا ان ہی میں سے ایک خطرناک فتنہ مسیلمہ کذاب کا ہے جس نے اللہ کے آخری نبی کی مبارک زندگی میں ہی نبوت کا دعویٰ کردیا تھا، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد اسے مزید موقع مل گیا، اس کو ختم کرنے کے لیے جنگِ یمامہ ہوئی جس میں سینکڑوں حفاظ صحابۂ کِرام شہید ہوئے حفاظ صحابہ کی شہادت نے بڑے بڑے صحابۂ کِرام کو چونکا دیا اور بصورتِ کتابت جمعِ قرآن کو ضروری سمجھا گیا، لہٰذا خلافتِ راشدہ کی نگرانی میں ہی جمعِ قرآن کا دوسرا مرحلہ شروع ہوا۔

تیسرے مرحلے کا بنیادی سبب: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئیں اور بہت سے قبائل اور علاقوں کے لوگ دامنِ اسلام میں پناہ لینے لگے تو مختلف لغتوں میں قرآن پڑھنے کی وجہ سے تنازعات کا سامنا کرنا پڑتا، ایک علاقے کے لوگ اپنی لغت کے علاوہ

دوسری لغت میں کسی کو تلاوت کرتا دیکھتے تو اس سے الجھ پڑتے، ایسے واقعات دورِ رسالت سے دورِ فاروقی بلکہ خلافتِ عثمانی تک چلتے آرہے تھے مگر شروع میں اس کی اجازت باقی رکھی گئی کہ اس میں لوگوں کے لیے آسانی تھی، ہر کوئی اپنی لغت پر قرآن پڑھ لیتا تھا، مگر یہ صورت اب مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے پریشان کن حالت اختیار کرگئی تھی لہذا اس رخصت کو ختم کرنا ضروری ہوگیا تھا

سُوال: جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی کی الگ الگ خصوصیات ذکر کیجیے۔

جواب: **جمعِ عثمانی کی خصوصیات:** جمعِ قرآن کے اس دور میں درج ذیل باتوں کو بالخصوص ملحوظ رکھا گیا

1. پورے قرآن کو ایک مصحف (جلد) کی شکل میں مرتب کیا گیا۔
2. مصحفِ عثمانی کے علاوہ کسی بھی لغت میں قرآن پڑھنے پر پابندی لگادی گئی۔
3. مشہور اور مرکزی شہروں کی طرف اسی مصحف (جلد) کی نقلیں روانہ کی گئیں۔
4. تمام سورتوں کو باہمی ترتیب سے لکھا گیا۔
5. اس خدمت کے لیے حضرت زید بن ثابت کو ترجیحی بنیادوں پر منتخب کیا گیا کیونکہ آپ کاتبِ وحی ہونے کے ساتھ دورِ صدیقی کے صحائف جمع کرنے والے بھی تھے۔

سُوال: جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی کی حکمتیں بیان کیجیے۔

جواب: **جمعِ صدیقی کی حکمتیں:**

- سب سے بنیادی فکر یہ لاحق تھی کہ حفاظ کے مسلسل شہید ہوجانے سے کلامِ الٰہی کا کوئی حصہ ضائع نہ ہوجائے لہذا قرآن کو مضبوط بنیادوں پر جمع کرلیا گیا۔
- قرآن کا ایک قابلِ اعتماد نسخہ جمع کرنا مقصود تھا تاکہ وقتِ ضرورت اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔
- بعد میں کوئی بھی یہ دعویٰ نہ کرسکے کہ میرے پاس بھی قرآن کا کچھ حصہ موجود ہے اور لوگ ناسخ و منسوخ یا کمی زیادتی کے نام پر کسی قسم کی تبدیلی نہ کرسکیں۔

جمعِ عثمانی کی حکمتیں :

- مسلمانوں کو اختلاف قرآن کے فتنے سے محفوظ رکھنا۔
- مسلمانوں کو اجتماعیت پر قائم رکھنا۔
- قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے آسانی پیدا کرنا۔

سُوال: جمعِ صدیقی اور جمعِ عثمانی میں فرق بیان کیجیے۔

جواب: جمعِ صدیقی ----جمعِ عثمانی

ضائع ہونے کے خوف سے جمع کیا گیا۔ ----فتنے سے بچانے کے لیے جمع کیا گیا۔

مقصد صرف جمع قرآن تھا ----مقصد ایک لغت پر جمع کرنا تھا

مختلف صحائف کو یکجا کیا گیا تھا۔ ----صحائف سے مصحف مرتب کیا گیا تھا۔

آیات کو ترتیب سے لکھا گیا تھا۔ ----سورتوں کی بھی ترتیب کردی گئی تھی۔

سُوال: کاتبینِ وحی کی تعداد بیان کیجیے اورآپ کو کتنے کاتبین کے نام یاد ہیں تحریر کیجیے۔

جواب: کتابتِ وحی کے لیے صحابۂ کِرام کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی جو " کاتبینِ بارگاہِ رسالت" کے نام سے جانی جاتی ہے، ان میں سے 12 مشہور کاتبین کے نام یہ ہیں:

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ----2- حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

2- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ----4- حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

5- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ----6- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

7- حضرت اُبَیْ بن کعب رضی اللہ عنہ ----8- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

9- حضرت مُغَیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ----10- حضرت عبد اللہ بن اَرْقَم رضی اللہ عنہ

11- حضرت ثابت بن قَیْس رضی اللہ عنہ ----12- حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ

سُوال: اشیائے کتابت کے نام یاد کیجیے، نیز تمام کا لغوی معنیٰ تلاش کر کے سبق میں دی گئی وضاحت کو اپنے لفظوں میں لکھیے۔

جواب: **احادیث مبارکہ میں اشیائے کتابت کے درج ذیل نام ملتے ہیں:**

اَدِیْم : وہ چمڑا جو دباغت کے بعد باریک کھالوں سے بنایا جاتا ہے۔

لِخَاف : لَخْفَۃ کی جمع ہے یعنی پتھر کی بنی ہوئی ایک خاص قسم کی چوڑی اور سفید تختی۔

کَتِف: اونٹ یا بکری کے مونڈھے کے پاس کی وہ ہڈی جو خاص انداز سے تراش کر نکالنے سے بڑی پلیٹ کی طرح بن جاتی ہے۔

عَسِیْب : کھجور کی شاخوں میں تنے سے ملا ہوا کشادہ حصہ جسے شاخ سے جدا کر کے خشک کرلیا جاتا ہے اور اس کے ٹکڑے لکھنے کے کام آتے ہیں۔

اَقتاب : اونٹ کے کجاوے کے چوڑے اور پتلے تختے جو زیادہ استعمال ہونے کی وجہ سے صاف اور چکنے ہوجاتے ہیں اور لکھنے کے کام آسکتے ہیں۔

رِقاع : چرمی پارچوں اور کاغذ یا پتے کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں یہ بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

{ ترتیبِ قرآن }

سُوال: ترتیب کی تعریف اور ترتیبِ قرآن کے معنیٰ تحریر کیجیے۔

جواب: **ترتیب کی تعریف:**

مختلف اجزا کو اس طرح جمع کردینا کہ ان اجزا میں تقدیم و تاخیر کی وجہ سے تعلق اور مناسبت پیدا ہوجائے۔

ترتیبِ قرآن کا معنیٰ:

قرآنِ پاک کی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ہدایت سے اللہ پاک کے حکم اور حضرتِ جبریلِ امین علیہ السّلام کے بیان کے مطابق ہوئی، یہی ترتیب لوحِ محفوظ میں بھی موجود ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں اپنی رائے سے کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

سُوال: آیت اور سورت کی تعریف تحریر کیجیے۔

جواب: **آیت کی تعریف:**

حروف یا کلمات سے مرکب قرآن کا وہ خاص حصہ جو نبیِ پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے بیان سے کسی سورت کا حصہ بنے، نیز پہلے اور بعد والے کلام سے علیحدہ ہو۔ مثلاً (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌۚ(۱)) وغیرہ

سورت کی اصطلاحی تعریف:

آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل قرآن کا وہ حصہ جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے خاص نام کے ساتھ معین فرمادیا ہو، مثلاً سورۂ کوثر وغیرہ

سُوال: ترتیبِ قرآن کی اقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کیجیے۔

جواب: **ترتیبِ قرآن کی دو قسمیں ہیں:**

ترتیبِ نُزولی: جس ترتیب سے قرآن کی آیات نازل ہوئیں اسے "ترتیبِ نزولی" کہا جاتا ہے، مثلاً سورۂ عَلَق کی ابتدائی آیات سب سے پہلی وحی میں نازل ہوئیں پھر سورۂ مُدَّثِّر کی آیات نازل ہوئیں، اسی طرح موقع اور ضرورت کے مطابق آیات کا نزول ہوتا رہا۔

ترتیبِ مُصْحَفی:جس ترتیب سے امیرُ المؤمنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے مختلف صحائف جمع کروا کر انہیں مصحف میں لکھوایا اسے ''ترتیبِ مصحفی'' کہا جاتا ہے۔

سُوال:امرِ توقیفی کا معنیٰ نیز آیتوں اور سورتوں کا توقیفی ہونا جامع الفاظ میں لکھیے۔

جواب: قرآنِ پاک کی آیات اور سورتوں کی ترتیب، توقیفی ہے یعنی جو ترتیب نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان فرمائی انہوں نے اسی کے مطابق قرآن کو مرتب فرمایا۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبینِ وحی میں سے کسی کو بلاتے اور اس آیت کو رکھنے کا خاص مقام بیان کرکے اسے لکھنے کا حکم فرماتے۔

جب آخری آیت نازل ہوئی تو حضرتِ جبریل علیہ السّلام نے آپ سے عرض کیا کہ اسے آیاتِ رِبا اور آیتِ دَیْن کے درمیان رکھ دیجیے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہر سال رَمَضان میں حضرت جبریل علیہ السّلام کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے، آپ نے زندگی کے آخری سال دو مرتبہ قرآن کا دور فرمایا، اس دورۂ قرآن میں جو ترتیب تھی صحابۂ کرام نے اسی ترتیب کو بر قرار رکھا اور اسی پر مصحفِ عثمانی تیار کیا گیا،یہی ترتیب آج تک تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہے۔

سُوال:صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دورۂ اخیرہ کی ترتیب کا علم کیسے ہوا؟

جواب: آخری دورۂ قرآن میں حضرتِ زیدبن ثابت رضی اللہ عنہ موجود تھے اور یہ دیگر افراد کو ساری زندگی وہی قراءت سکھاتے جو انہوں نے اس آخری دورۂ قرآن میں سنی تھی، اسی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین حضرتِ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جمعِ قرآن کے معاملے میں ان ہی پر اعتماد کیا اور امیر المؤمنین حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے انہیں کاتبینِ مَصاحف (قرآن مجید لکھنے والوں) کا سربراہ مقرر کیا۔

سُوال: سورتوں کی ترتیب، توقیفی ہونے کے دلائل دیجیے۔

جواب: **سورتوں کی ترتیبِ توقیفی پر دلائل:**

1- دلیل: وہ احادیث جن میں سورتوں کے پڑھنے کی ترغیب یا فضیلت بیان ہوئی ہے ان میں سے اکثر میں ترتیب وہی ہے جو موجودہ مصحف میں ہے، دو احادیث ملاحظہ کیجیے:

(1)ام المؤمنین حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب اپنے بستر پر آرام کے لیے تشریف لاتے تو اپنی ہتھیلیاں ملا کر ان میں (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌۚ(ا))،(قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِۙ(ا)) اور (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِۙ(ا)) پڑھ کر دم کرتے۔

(2)حضرت ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: دو روشن سورتیں سورۂ بَقَرہ اور سورۂ اٰلِ عمران پڑھا کرو۔

2-دلیل: موجودہ مصحف میں حَوَامِیْم ترتیب سے ہیں لیکن مُسَبِّحَات مختلف مقامات پر ہیں، اسی طرح سورۂ شُعَرَاء اور سورۂ قَصَص جن کی ابتدا میں " طٰسٓمّٓ " ہے ان کے درمیان سورۂ نَمْل کے ذریعے فاصلہ ہے حالانکہ رائے کے مطابق انہیں ترتیب سے ہونا چاہیے تھا! اگر سورتوں کی ترتیب صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہ کی ذاتی رائے سے ہوتی تو ان سورتوں کو بھی ترتیب وار جمع کردیا جاتا۔

{ تقسیم قرآن }

سُوال: تقسیمِ قرآن کا معنیٰ کیا ہے اور قرآن کی تقسیم کتنے اعتبار سے کی گئی ہے؟

جواب: **تقسیمِ قرآن کا معنیٰ:**

تلاوتِ قرآن اور فہمِ قرآن وغیرہ مقاصد کے پیشِ نظر قرآن کو الگ الگ حصوں میں تقسیم کرنا۔

قرآن کی تقسیم:

قرآنِ پاک کی آٹھ اعتبار سے تقسیم کی گئی ہے جن میں سے بعض دورِ رسالت میں ہوگئیں تھیں اور کچھ صحابہ اور بعد کے علما و قراء کی جانب سے کی گئیں اور اب تک مشہور ہیں:

سُوال: قرآن کو کتنی سورتوں میں تقسیم کیا گیا اوراس کی حکمتیں کیا تھیں؟

جواب: نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے قرآنِ پاک کو 114 سورتوں میں تقسیم فرمایا، قرآنی سورتوں کی ترتیب بھی بیان فرمائی اور ہر سورت کا ایک خاص نام بھی بیان فرمایا۔

قرآنِ پاک کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی چند ممکنہ حکمتیں ملاحظہ کیجیے:

- پڑھنے اور حفظ کرنے میں آسانی ہو۔
- پڑھنے والے کی دلچسپی برقرار رہے۔
- قرآن کے باہمی مناسبت والے مضامین کو ایک جگہ جمع کردیاجائے۔
- واضح ہوجائے کہ قرآن کی مختصر سورت بھی طویل سورت کی طرح معجزہ ہے۔

سُوال: قرآن کو پاروں میں تقسیم کرنے کی بنیاد کیا ہے اوراس تقسیم کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ و سلم کی یہ حدیث " وَ اقْرَءِ الْقُرْآنَ فِیْ کُلِّ شَہْرٍ یعنی ہر مہینے قرآن ختم کرو "۔ قرآنِ پاک کے 30 پاروں کی تقسیم کی اصل ہے، اسی کی بنا پر قرآن پاک 30 پاروں میں تقسیم کیا گیا۔تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والے آسانی سے ہر مہینے ایک قرآن ختم کرلیں۔

سُوال: قرآن کی رکوع کے اعتبار سے تقسیم کب کی گئی اور اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: یہ تقسیم دورِ رسالت میں نہیں تھی، بلکہ خلافتِ عثمانیہ میں کی گئی، امیر المؤمنین حضرتِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تراویح کی 20 رکعتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے اسے مشائخ نے "رکوع" کا نام دیا اور 540 رکوع مقرر فرمائے، تاکہ تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھ کر ستائیسویں شب میں ختمِ قرآن ہوسکے۔ (8) اس کے علاوہ بھی رکوع کی تعداد مقرر کی گئی ہے جیسے بعض بزرگوں نے 480 مقرر فرمائے اور ہمارے مصاحف میں 558 مقرر ہوئے۔

سُوال: قرآن کے حاشیے میں "ع" سے مراد اور اس کے ارد گرد عدد کا مطلب بیان کیجیے۔

جواب: قرآن کے حاشیہ پر موجود "ع" رکوع کی علامت ہے، ہر رکوع کے اختتام پر یہ علامت لگائی جاتی ہے، اس کی مراد میں تین قول ہیں:

1 جماعتِ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ۔

2 جماعتِ تراویح کے رواج کو پوری دنیا میں پھیلانے والے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ۔

3 لفظ رکوع کا مخفف، یہی صحیح ہے۔

"ع" کے ارد گرد اعداد کا مطلب:

قرآن کے حاشیہ پر موجود عین کے ارد گرد اعداد لکھے ہوتے ہیں جیسے "ع" ان اعداد کی وضاحت یہ ہے:

1. علامت کے اوپر لکھے ہوئے عدد سے مراد سورت کا رکوع نمبر ہے۔
2. درمیان میں لکھے ہوئے عدد سے مراد اس رکوع کی کل آیات ہیں۔
3. نیچے لکھے ہوئے عدد سے مراد پارے کا رکوع نمبر ہے۔

سُوال: ربع کا کیا معنیٰ ہے؟ نیز " اَلرُّبُع "، " اَلنِّصْف " اور " اَلثَّلٰثَۃ " کی علامات کہاں لگائی جاتی ہیں؟

جواب: رُبْع کا معنیٰ ہے "چوتھائی حصہ"۔ اس سے پورے قرآن کا چوتھائی حصہ مراد نہیں بلکہ ایک پارے کا چوتھائی حصہ مراد ہے، قرآنِ پاک کے ہر پارے کے چار حصے کیے گئے،

1. پہلے رُبْع کے اختتام پر مصحف کے صفحات پر دائیں بائیں" اَلرُّبُع " لکھا گیا۔
2. دوسرے رُبْع کے اختتام پر مصحف کے صفحات پر دائیں بائیں" اَلنِّصْف " لکھا گیا۔
3. تیسرے رُبْع کے اختتام پر مصحف کے صفحات پر دائیں بائیں" اَلثَّلٰثَۃ " لکھا گیا۔
4. چوتھے رُبْع پر پارے کا اختتام ہوگیا۔

سُوال: ختم الاحزاب کسے کہا جاتا ہے؟ اس کی بنیاد بیان کیجیے۔

جواب: سات دن میں ختمِ قرآن کرنے کو "ختم الاحزاب" کہا جاتا ہے۔

یہ تقسیم زمانۂ رسالت میں ہوچکی تھی، نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حدیث " **فَا قْرَءْہُ فِیْ کُلِّ سَبْعٍ** یعنی ہر سات دن میں ایک بار ختمِ قرآن کرو"سات منزلوں کی اصل ہے۔ اسی وجہ سے کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ سات دن میں ایک بار ختمِ قرآن کرتے تھے۔

سُوال: منزلوں کا مجموعہ معنیٰ کے ساتھ بیان کیجیے نیز ان کی ابتدا وانتہا تحریر کیجیے۔

جواب: **منازل کے ابتدائی حروف کا مجموعہ:**

منازل کے ابتدائی حروف کا مجموعہ " فَمِیْ بِشَوْقٍ " ہے، یہ مجموعہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے، آپ نے اس کے ہر حرف سے ترتیب وار ہر منزل کی طرف اشارہ فرمایا۔اس کا مطلب ہے: " یَشْتَاقُ فَمِیْ لِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ "یعنی میرا منہ قرآن کی تلاوت کا شوق رکھتا ہے۔

قرآن پاک کی سات منزلیں درج ذیل ہیں:

پہلی منزل: سورۂ فاتحہ سے سورۂ نِساء تک 4 سورتیں۔

دوسری منزل: سورۂ مائدہ سے سورۂ توبہ تک 5 سورتیں۔

تیسری منزل: سورۂ یونس سے سورۂ نَحل تک 7 سورتیں۔

چوتھی منزل: سورۂ بنی اسرائیل سے سورۂ فرقان تک 9 سورتیں۔

پانچویں منزل: سورۂ شُعرَاء سے سورۂ یٰسٓ تک 11 سورتیں۔

چھٹی منزل: سورۂ وَالصّآفّات سے سورۂ حجرات تک 13 سورتیں۔

ساتویں منزل: سورۂ ق سے سورۂ ناس تک 65 سورتیں۔

سُوال: عشر کا معنیٰ اور اس کی علامت بیان کیجیے، نیز بتائیے کہ یہ تقسیم کب ہوئی؟

جواب: عشر دس آیتوں کے مجموعے کو کہا جاتا ہے، صحابۂ کرام نبیِ پاک ﷺ سے ایک عشر پڑھتے اور اس میں موجود علوم و معارف حاصل کرتے اس پر عمل کرتے،اس کے بعد دوسرا عشر شروع کرتے تھے۔ہر عشر پر اس کی علامت "ع" بھی لکھی جاتی تھی۔ اور بعض نے یہ تقسیم پانچ پانچ آیات کے اعتبار سے کی ہوئی تھی اور بعض صحابہ نے اپنی آسانی اور سہولت کے لیے قرآن پاک کے مختلف اجزا بنائے ہوئے تھے۔

سُوال: مضمون اور سورتوں کی مقدار کے لحاظ سے قرآن کی تقسیم تحریر کیجیے۔

جواب: سورتوں کی تعداد اور مضامین کے لحاظ سے ایک تقسیم نبیِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود بیان فرمائی اور ہر حصے کا مخصوص نام بھی بیان فرمایا۔ یہ کل چار قسمیں ہیں:

(1) سبعِ طِوال: سورۂ بقرہ سے سورۂ توبہ تک آٹھ بڑی سورتوں کو "سبعِ طوال" کہا جاتا ہے۔ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے درمیان "بسم اللہ" نہ ہونے کی وجہ سے انہیں ایک سورت شمار کیا گیا ہے۔

(2) مِیئِین: سبعِ طوال سے ملی ہوئی وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیات ہیں، یہ سورۂ یونس سے سورۂ فاطر تک ہیں۔

(3) مثانی: مِیئِین سے ملی ہوئی وہ سورتیں جو مقدار میں اس سے کم اور مفصل سے زیادہ ہوں، یہ سورۂ احزاب کی ابتدا سے سورۂ قٓ کے شروع تک ہیں۔

(4) مُفَصَّل:وہ سورتیں جن میں تسمیہ کے ذریعے بار بار فاصلہ لایا گیا ہے، یہ سورۂ حجرات سے سورۂ ناس تک ہیں۔

سُوال: مفصل کی اقسام اور وجہِ تسمیہ تحریر کیجیے۔

جواب: طِوالِ مُفَصَّل: سورۂ حجرات سے سورۂ بُرُوج تک "طوالِ مُفَصَّل" کہلاتا ہے۔

اوساطِ مُفَصَّل: سورۂ بروج سے سورۂ بیّنہ تک "اوساطِ مُفَصَّل" کہلاتا ہے۔

قِصارِ مُفَصَّل: سورۂ بیّنہ سے آخرتک "قِصارِ مُفَصَّل" کہلاتا ہے۔

سُوال: " حوامیم "، " طواسیم "اور" مُسبِّحات "کے نام تحریر کیجیے۔

جواب: حَوَامِیْم: وہ سورتیں جن کی ابتدا میں "حٰمٓ"ہے، یہ کل سات سورتیں ہیں:

(1) مؤمن (2) حٰمٓ السجدۃ (3) شوریٰ (4) زُخْرُف (5) دُخَان (6) جاثِیہ (7) اَحقاف ۔

انہیں " آلِ حامیم " بھی کہا جاتا ہے۔

طَوَاسِیم / طَوَاسِین: وہ سورتیں جن کی ابتدا " طٰسٓ " یا" طٰسٓمّٓ " سے ہوتی ہے انہیں " طواسیم " یا " طواسین "کہا جاتا ہے، یہ تین سورتیں ہیں: (1) شُعَرَاء (2) نَمل (3) قَصَص ۔

مُسبِّحات:وہ سورتیں جن کی ابتدا میں سُبْحٰنَ ، سَبَّحَ ، یُسَبِّحُ یا سَبِّحِ ہے، یہ کل سات سورتیں ہیں۔

(1)بنی اسرائیل (2) حدید (3) حَشْر (4) صَفّ (5) جُمُعہ (6) تَغَابُن (7) اعلیٰ ۔

سُوال: عتاقِ اُوَل بیان کیجیے اوراس کی وجہ تسمیہ بتائیے۔

جواب:عِتَاقِ اُوَل:یہ پانچ سورتیں ہیں: (1) بنی اسرائیل (2) کَہف (3) مریم (4) طٰہٰ (5) انبیاء ۔

عِتَاق عتیق کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے "عمدہ چیز" اور اُوَل اُولیٰ کی جمع ہے، عِتَاق اُوَل کا معنیٰ ہوا "سب سے پہلی عمدہ سورتیں" چونکہ ان میں تعجب خیز واقعات، مثلاً اصحابِ کہف کا واقعہ، حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا واقعہ اور معجزاتِ انبیاء کا ذکر ہے۔ یا یہ سورتیں سب سے پہلے یاد کی گئیں، اس لیے انہیں "عِتَاقِ اُوَل" کہا گیا ہے۔

سُوال: قرآن کا نصف کتنے اعتبار سے کیا گیا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

جواب: **قرآنِ پاک کا نصف مختلف اعتبارات سے بیان کیا گیا ہے:**

حروف کے اعتبار سے: سورۂ کہف کی آیت نمبر 74 میں لفظِ (نُّكْرًا(۷۴)) کے نون پر باعتبارِ حروف نصفِ قرآن ہوتا ہے اور کاف سے نصفِ ثانی شروع ہوتا ہے۔ اور ایک قول کے مطابق سورۂ کہف کی آیت نمبر 19 میں (وَ لْيَتَلَطَّفْ) کی فاء پر ہوتا ہے۔

کلمات کے اعتبار سے: سورۂ حج کی آیت نمبر 20 میں (وَ الْجُلُوْدُ(۲۰)) پر باعتبارِ کلمات نصفِ قرآن ہوتا ہے اور اگلی آیت سے نصفِ ثانی شروع ہوتا ہے۔

آیات کے اعتبار سے: سورۂ شُعَرَاء کی آیت نمبر 45 میں (يَأْفِكُوْنَ(۴۵)) پر باعتبارِ آیات نصف ِقرآن ہوتا ہے اور اگلی آیت سے نصفِ ثانی شروع ہوتا ہے۔

سورتوں کے اعتبار سے: سورۂ حدید کے آخر تک باعتبارِ سورت نصفِ قرآن ہوتا ہے اور سورۂ مجادلہ سے نصفِ ثانی شروع ہوتا ہے۔

{ قراءاتِ قرآن }

سُوال: قراءاتِ قرآن کا معنیٰ بیان کیجیے۔

جواب: قرآنِ مجید کی نظم اور کلمات کی ادائیگی کے لیے چند طریقے رائج ہیں، جس طرح قرآنِ مجید حق ہے اسی طرح دنیا بھر میں رائج اس کی یہ قراءتیں بھی حق اور درست ہیں ان میں معنیٰ کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

سُوال: قرآن کی سات لغات کے نام اور ان میں اختلاف کی نوعیت واضح کیجیے؟

جواب: اکثر علما کے نزدیک سات لغتوں سے مراد عرب کی یہ فصیح و بلیغ لغتیں ہیں: (1) لغتِ قریش (2) لغتِ بنی طے (3) لغتِ ہوَازِن (4) لغتِ اہلِ یمن (5) لغتِ ثقیف (6) لغت بنی ہذَیل اور (7) لغتِ بنی تمیم۔ یہ بھی ممکن ہے کہ "سات" سے مراد خاص عدد نہ ہو بلکہ بیان زیادتی ہو یعنی کئی لغتوں میں قراءت کی اجازت دینا مقصود ہے۔

چند قبائل کا اختلاف ملاحظہ کیجیے:

غیرِ اہلِ حجاز: جس مضارع کا ماضی مکسورُ العین ہو اس کی علامتِ مضارع کو کسرہ دیتے مثلاً نَعْبُدُ کو نِعْبُدُ اور نَسْتَعِيْنُ کو نِسْتَعِيْنُ پڑھتے، اسی طرح علامت مضارع یاء کے بعد دوسری یاء ہوتی تو اسے بھی مکسور پڑھتے مثلاً يَيْقَظُ کو يِيْقَظُ پڑھتے۔

بنی ہذَیل: حاء کو عین سے بدل کر پڑھتے مثلاً حَتّٰی کو عَتّٰی پڑھتے، اس طرز ادا کو " فَحْفَحَہ " کہا جاتا ہے۔

اہلِ مدینہ: "تابوت" کا تلفظ "تابوۃ" کرتے۔

قبیلۂ ربیعہ و مُضَر: کافِ تانیث کے بعد شین کا اضافہ کرکے بولتے جیسے " رَأَيْتُكِ " کو " رَأَيْتُكِش " کہتے تھے، اس طرزِ ادا کو " کَشْکَشَہ " کہا جاتا ہے۔

بنی تمیم: کلمات کے شروع میں آنے والے ہمزہ کو عین سے بدل کر پڑھتے مثلاً " اَنَّ " کو " عَنَّ " پڑھتے تھے، " اَسْلَمَ " کو " عَسْلَمَ " اور " اُذُن " کو " عُذُن " پڑھتے، اس طرز ادا کو " عَنْعَنَہ " کہا جاتا ہے۔

سُوال: مختلف لغات میں قرآن پڑھنے کی کیا حکمت تھی؟ یہ اجازت منسوخ کیوں ہوگئی؟

جواب: لغات کے اس اختلاف میں یہاں تک وسعت اور رخصت دی گئی تھی کہ جو شخص قرآن کے کسی لفظ کا تلفظ نہ کرسکتا وہ اس لفظ کو اسی کے ہم معنیٰ لفظ سے بدل کر پڑھ لیا کرتا تھا، لیکن لفظ کو دوسرے لفظ سے بدلنے کے لیے صاحبِ قرآن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی اجازت ضروری ہوتی، مگر پھر یہ رخصت ختم کردی گئی۔

سُوال: قرآن لغتِ قریش پر جمع ہوچکا تھا تو مختلف قراءتیں کیسے وجود میں آئیں؟

جواب: حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اولین زبانِ نزول لغتِ قریش اور قرآن کے دورۂ اخیر ہ کے موافق قرآنِ کریم کے چند نسخے لکھوائے اور ان کو دیگر اسلامی ممالک میں بھیج دیا۔لغت کے معمولی فرق کے ساتھ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے قرآن سیکھا اور صحابہ سے تابعین اور تابعین سے تبعِ تابعین نے سیکھا، اسی طرح ہر زمانے اور ہر دور میں یہ قراءتیں اور کتابت و ادائیگی کی نقل تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچیں جو مختلف قراء حضرات کی قراءتوں کی صورت میں موجود ہیں۔ اسی لیے تمام متواتر قراءتیں حق ہیں ۔

سُوال: قراءاتِ قرآن ائمہ کے ساتھ مخصوص کیوں ہوگئیں؟

جواب: بعض بزرگوں کو کسی خاص قراءت کے ساتھ غیر معمولی شَغَف رہا وہ اس کی تعلیم و اشاعت میں ایسے مصروف ہوئے کہ وہ قراءت ان سے نقل ہوئی یوں وہ ان کی طرف منسوب ہوکر ان ہی کی قراءت کہلائی جانے لگی، ان تمام ائمۂ قراءات میں سب سے زیادہ شہرت ائمۂ سبعہ اور ائمۂ عشرہ کو حاصل ہوئی اور ان ہی کی قراءتیں تواتر کے ساتھ منقول ہوئیں۔

سُوال: ائمۂ سبعہ ، ان کے راویوں اوران کے استاذ صحابہ کے اسمائے گرامی بصورت نقشہ لکھیے۔

جواب: ---- صحابیِ رسول امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ عنہ

نمبر	ائمۂ قراءت	قراءت کے راوی

1 ---امام عاصم بن ابو نَجود کوفی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام شُعْبَہ بن عیاش رحمۃُ اللہ علیہ

امام حَفْص بن سلیمان رحمۃُ اللہ علیہ

صحابیِ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

2 ---امام حمزہ بن حبیب کوفی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام خَلَّاد بن خالد رحمۃُ اللہ علیہ

امام خَلَف بن ہِشَام رحمۃُ اللہ علیہ

3 ---امام علی بن حمزہ کسِائی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام حفص بن عمرو دُوْرِی رحمۃُ اللہ علیہ

امام ابوالحارث لیث بن خالد رحمۃُ اللہ علیہ

صحابیِ رسول حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

4 ---امام عبد اللہ بن عامر شامی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام ہِشَام بن عامر دمشقی رحمۃُ اللہ علیہ

امام عبد اللہ بن احمد المعروف ابن ذَکْوَان رحمۃُ اللہ علیہ

صحابیِ رسول حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ

5 ---امام عبد اللہ بن کثیر مکی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام محمد بن عبدالرحمن قُنْبُل رحمۃُ اللہ علیہ

امام احمد بن محمد بَزِّی رحمۃُ اللہ علیہ

صحابیِ رسول حضرت انس بن مالک

6 ---امام ابو عمرو زبان بن علاء بصری رحمۃُ اللہ علیہ ---امام حفص بن عمرو دُوْری رحمۃُ اللہ علیہ

امام صالح بن زیاد سُوْسی رحمۃُ اللہ علیہ

7 ---امام نافع عبدالرحمن مدنی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام عیسی بن مینا المعروف قالون رحمۃُ اللہ علیہ

امام عثمان بن سعید المعروف وَرْش رحمۃُ اللہ علیہ

سُوال: ائمہءعشرہ اوران کے راویوں کے نام بیان کیجیے۔

جواب: ائمۂ سبعہ کے ساتھ مزید تین ائمہ کی قراءتیں بھی متواتر ہیں ان دس قراءتوں کو "قراءاتِ عشرہ" اور ان کے ائمہ کو "ائمۂ عشرہ" یا "قراء عشرہ" کہتے ہیں۔

ائمۂ قراءت | **راوی**

امام ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام ابنِ وَرْدان رحمۃُ اللہ علیہ

امام ابنِ جماز رحمۃُ اللہ علیہ

امام ابویعقوب بن اسحاق حضْرَمیْ کوفی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام رُوَیس رحمۃُ اللہ علیہ

امام رَوْح رحمۃُ اللہ علیہ

امام خَلَف بزَّار کوفی رحمۃُ اللہ علیہ ---امام اسحاق ورَّاق رحمۃُ اللہ علیہ

امام ادریس بن عبدالکریم رحمۃُ اللہ علیہ

{ مکی مدنی سورتوں کا تعارف }

سُوال: مکہ و مدینہ کے اطراف میں نازل شدہ آیات کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: **مکی سورت کی تعریف:**

وہ سورت جو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ہجرت کرنے سے پہلے نازل ہوئی ہو۔

مدنی سورت کی تعریف:

وہ سورت جو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئی ہو۔

سُوال: مکی و مدنی سورتوں کی تعداد بیان کیجیے اور بتائیے کسی سورت کو مکی یا مدنی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے؟

جواب: 29 سورتیں مدنی ہیں اس کے علاوہ باقی 85 سورتیں مکی ہیں۔

جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں وہ مکی ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد اگرچہ مکہ یا اس کے گرد و نواح میں نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں۔ مثلاً سورۂ مائدہ آیت نمبر تین{ **اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاؕ** - } ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔“ مدنی ہے، حالانکہ یہ عرَفات کے مقام پر حجۃ الوداع میں جمعہ کے دن نازل ہوئی۔

سُوال: مکی و مدنی سورتوں کی پانچ علامات و مضامین تحریر کیجیے۔

جواب: **مکی سورتوں کی علامات و مضامین:**

(1) سورت کی ابتدا میں حروفِ مقطعات ہوں، سوائے بَقَرَہ و اٰلِ عمران کے، کیونکہ یہ دونوں سورتیں بالاتفاق مدنی ہیں۔

(2) اس سورت میں سابقہ امتوں کے واقعات اور خبریں ہوں۔

(3) حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا واقعہ ہو، سوائے بَقَرَہ کے۔

(4) جس میں لفظ ”کَلَّا“ ہو۔ (5) جس میں آیتِ سجدہ ہو۔

مکی سورتوں کے مضامین:

(6) شرک اور بت پرستی کی بہت زیادہ مذَمَّت کی گئی ہو اور مشرکین کے شبہات کا عقلی و حسی دلائل اور فصیح و بلیغ مثالوں سے رد کیا گیا ہو۔

(7) اسلام کے بنیادی عقائد مثلاً توحید، نبوت و رِسالت، ملائکہ پر ایمان، عقیدۂ آخرت، سزا و جزا وغیرہ کو دلائل کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔

(8) مشرکین کی بری عادتوں کا ذکر کیا گیا ہو، مثلاً قتل و غارت گری، لوٹ مار، بیٹیوں سے نفرت اور انہیں زندہ درگور کرنا وغیرہ۔

(9) بنیادی اخلاقیات اور معاشرتی حقوق ایسے خوبصورت انداز میں بیان کیے گئے ہوں جس سے کفر و فسق، جہالت، غرور و تکبر، باطنی گندگی اور فحش کلامی وغیرہ امور سے نفرت ہوجائے اور ایمان، علم، اخلاص، والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، پڑوسیوں کی عزت، دوسروں کا احترام، صلۂ رحمی، نیکی اور دل و زبان کی پاکیزگی وغیرہ سے محبت ہوجائے۔

(10) مختصر آیات، فصیح و بلیغ ہم وزن کلمات پر مشتمل تراکیب، حقائقِ معنویہ سے بھرپور تشبیہات اور بہترین مثالوں کے ذریعے ایسی منظر کشی کی گئی ہو کہ سننے والا اس بات کو اپنی نظروں کے سامنے ہوتا محسوس کرے۔

مدنی سورتوں کی علامات و مضامین:

(1) حدود و فرائض کا بیان ہو۔ (2) منافقین کا ذکر ہو۔

(3) جہاد کی اجازت اور جہاد کے احکام کا بیان ہو۔

(4) عبادات و معاملات سے متعلق تفصیلی احکام اور جزئیات مذکور ہوں، مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، رضاعت، خرید و فروخت وغیرہ۔

(5) حکومتی و معاشرتی قوانین مذکور ہوں، مثلاً حدود و قصاص اور میراث وغیرہ۔

مدنی سورتوں کے مضامین:

(6) اہلِ کتاب کے باطل نظریات کا رد کرکے انہیں دعوتِ اسلام دی گئی ہو اور اہلِ حق کے ساتھ ان کے رَوَیّوں اور کتبِ الٰہیہ میں ان کی تحریفات کا ذکر کیا گیا ہو۔

(7) اہلِ مدینہ چونکہ اہلِ مکہ کی طرح بہت زیادہ ذہین و فطین اور فصیح و بلیغ نہیں تھے اس لیے ان سورتوں میں اندازِ بیان سادہ ہوتاہے اور احکام کو وضاحت کے ساتھ بڑی بڑی آیات میں بیان کیا جاتا ہے۔

سُوال: مکی و مدنی سورتوں کی پہچان کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: مکی و مدنی سورتوں کی پہچان کے تین فوائد:

(1) ناسخ و منسوخ کا علم: مکی و مدنی سورت کی پہچان کے ذریعے ناسخ و منسوخ کے درمیان امتیاز ہوتا ہے، کیونکہ جب ایک مضمون کی دو آیتوں کے درمیان اختلاف ہو اور معلوم ہوجائے کہ ان میں سے ایک مکی اور دوسری مدنی ہے تو لازماً مدنی ناسخ اور مکی منسوخ ہوگی۔(

(2) تفسیرِ قرآن کے لیے مفید: فہمِ قرآن اور تفسیر ِقرآن کا وقتِ نزول کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے، جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو اسے تفسیرِ قرآن کی اجازت نہیں۔

(3) تاریخِ تشریع کی معرفت: مکی و مدنی سورت کی پہچان کے ذریعے دینِ اسلام کے تشریعی مراحل اور اللہ پاک کے حکیمانہ انداز کا علم ہوتا ہےکہ اس نے شروع شروع میں اصولی باتیں بیان فرمائیں پھر فروعی مسائل بیان کیے یعنی پہلے ذہنوں میں دینِ اسلام کی حقانیت کو پختہ فرمایا پھر احکام بیان فرمائے جس کے نتیجے میں لوگوں نے دعوتِ دین کو قبول بھی کیا اور دینی احکام پر عمل پیرا بھی ہوئے۔

{مُحکم و مُتشابہ}

سُوال: محکم و مُتشابہ کا معنیٰ بیان کیجیے۔

جواب: **محکم کا معنیٰ:**

قرآن ِمجید کی بعض آیات محکم ہیں یعنی ان کا معنیٰ و مفہوم بالکل واضح ہے اور ہم ان کے تمام پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ان ہی آیات میں عقائد و اعمال، احکام و فرائض، اِنذار و تبشیر اور قصص و اَمثال وغیرہ بیان کی جاتی ہیں۔

مُتشابہ کا معنیٰ:

قرآنِ مجید کی بعض آیات مُتشابہ ہیں یعنی اُن کے معنیٰ میں اشکال ہے، یا تو ظاہری الفاظ سے کچھ سمجھ ہی نہیں آتا جیسے حروف مقطعات یا جو سمجھ آتا ہے وہ مراد لینا اسلام کے خلاف ہوتا ہے، لہٰذا ان آیات کا حقیقی معنیٰ اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے سِوا کوئی نہیں جانتا یا وہ جنہیں اللہ اور اس کے رسول بتائیں۔

سُوال: آیاتِ محکمات و مُتشابہات میں غور و فکر کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور کیوں ہے؟

جواب: **آیاتِ محکمات کا حکم:**

قرآنِ پاک کا اکثر حصہ آیاتِ محکمات پر مشتمل ہے جو ہماری زندگی کے بنیادی مسائل سے متعلق ہے لہٰذا ہم اس میں غور و فکر کرسکتے ہیں اور منطق و اِستدلال کی تمام کسوٹیوں کو بروئے کار لاکر اطمینانِ قلب کی نعمت پاسکتے ہیں۔

آیات مُتشابہات کا حکم:

قرآن کی بعض مکمل آیات یا آیات کے کچھ حصے مُتشابہ ہیں اگرچہ وہ عقل و استدلال کی نہایت پختہ بنیادوں پر مشتمل ہیں، ان کی اصل محکم آیات ہی ہیں اس لیے ان پر ایمان لانے میں ذرا بھی الجھن نہیں ہوتی لیکن چونکہ ان کا تعلق اس عالَمِ محسوسات کی زندگی سے نہیں ہے تو وہ ہم جیسے کمزور انسانوں کے دائرۂ عقل سے

باہر ہوتی ہیں۔ ہمارے لیے بس اتنا ضروری ہے کہ ہم بغیر کسی تاویل میں پڑے ان پر ایمان لائیں کیونکہ یہ ہمارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہیں۔

سُوال: آیاتِ مُتشابہات کے سمجھ آنے اور سمجھ نہ آنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: **جن کا سمجھنا ممکن ہے:**

وہ آیات مُتشابہات جن کو محکم آیات کی روشنی میں سمجھنا ممکن ہے لیکن ان کے مرادی معنیٰ کو معین نہیں کیا جاسکتا کہ ان سے اللہ پاک کی مراد وہی ہے جو غور وفکر کرنے والے نے سمجھی

جن کا سمجھنا ممکن نہیں:

وہ آیاتِ مُتشابہات جن کو کسی طرح سے سمجھنا ممکن نہیں، نہ ان کے لفظی معنیٰ کا علم ہوسکتا ہے نہ ہی ان کی مراد جانی جاسکتی ہے۔ یہ بعض سورتوں کے شروع میں آنے والے حروفِ مقطعات ہیں جن کے راز اللہ اور اس کے رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سُوال: آیاتِ مُتشابہات میں غور و فکر کے حوالے سے مسالک کا خلاصہ لکھیے۔

جواب: ۔**مسلکِ تفویض و تسلیم:**

جو معنیٰ ظاہری آیت سے سمجھ آرہا ہے اس کے بارے میں یقین ہے کہ یہ معنیٰ ہرگز مقصود نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اصلِ اسلام ہی کے خلاف ہے تو سمجھے جانے والے معنیٰ میں تاویل کی ضرورت ہوگی، حالانکہ یہ بات بھی معین ہے کہ جو مطلب تاویل کے ذریعے حاصل ہوگا اس کے بارے میں بھی یقین سے نہیں کہا جاسکے گا کہ یہی وہ مطلب ہے جو اللہ پاک کی مراد ہے تو اس میں غور و فکر سے کیا حاصل ہوگا؟ اسی لیے بہتر ہے کہ اس کا عِلم اللہ پاکپر چھوڑدیا جائے کہ ہمارے رب کی جو بھی مراد ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ جمہور ائمۂ سلف کا مسلک ہے، یہی مناسب ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔

مسلکِ تاویل:

جب اللہ پاک نے محکم اور متشابہ دو قسمیں فرماکر محکمات کو (هُنَّ أُمُّ الْكِتٰبِ) ترجمہ: "وہ کتاب کی اصل ہیں۔" فرمایا، ظاہر ہے ہر فرع اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے تو آیۂ کریمہ نے تاویلِ متشابہات کا راستہ خود بتادیا اور ان کا درست طریقہ واضح کردیا کہ آیاتِ متشابہات میں وہ درست اور پاکیزہ اِحتمالات پیدا کرو جن سے یہ اپنی اصل یعنی محکمات کے مطابق آجائیں۔ اگرچہ اپنے نکالے ہوئے معنیٰ پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ پاک کی یہی مراد ہوگی، مگر جب معنیٰ میں کسی قسم کی اسلام مخالف بات نہیں اور وہ آیاتِ محکمات کی مخالفت بھی نہیں کررہا نیز مُحاوَراتِ عرب کے لحاظ سے بھی درست ہے تو ایسے معنیٰ اِحتمالی طور پر بیان کرنے میں حرج نہیں۔ یہ مسلک کثیر علمائے کرام کا ہے۔

{ناسخ و منسوخ}

سُوال: نسخ، منسوخ، اور ناسخ کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی حکمِ شرعی کی مدت پوری ہونے کے بعد دلیلِ شرعی کے ذریعے اس کو اٹھادینا "نسخ" کہلاتا ہے جس حکم کو اٹھایا جائے اسے "منسوخ" کہتے ہیں اور جس دلیلِ شرعی کے ذریعے حکم اٹھایا جائے اسے "ناسخ" کہتے ہیں۔

سُوال: ناسخ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

جواب: **ناسخ کی چار قسمیں:**

1- **قرآن سے قرآن کا نسخ:** قرآنِ پاک ہی میں موجود کسی حکم کو قرآنِ پاک کی دوسری آیت کے ذریعے منسوخ کردیاجاتا ہے، مثلاً شوہر کے انتقال کے بعد عورت کے لیے پہلے ایک سال عدت کرنے کا حکم ہوا جس کا ذکر سورۂ بَقَرَہ آیت نمبر 240 میں موجود ہے، پھر یہ حکم سورۂ بَقَرَہ کی آیت نمبر 234 کے ذریعے منسوخ کردیا گیا اور چار ماہ دس دن عدت کا حکم ہوا۔

2- **قرآن سے حدیث کا نسخ:** حدیثِ پاک میں بیان کیے گئے کسی حکمِ شرعی کو قرآن پاک کے ذریعے منسوخ کردیا جاتا ہے، مثلاً بیتُ المُقدِس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم حدیثِ پاک کے ذریعے دیا گیا جس پر کم و بیش 17 ماہ عمل ہوا، پھر یہ حکم سورۂ بَقَرَہ کی آیت نمبر 144 سے منسوخ ہوگیا۔

3- **حدیث سے حدیث کا نسخ:** حدیثِ پاک میں بیان کیا گیا کوئی مسئلۂ شرعی دوسری حدیث کے ذریعے منسوخ کردیا جاتا ہے، مثلاً پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا لیکن پھر اس ممانعت کو منسوخ کرکے اس کی اجازت دے دی گئی۔

4- **حدیث سے قرآن کا نسخ:** قرآنِ پاک میں حکمِ شرعی بیان کیا جاتا ہے لیکن حدیثِ مُتَواتِر کے ذریعے وہ حکم منسوخ ہوجاتا ہے مثلاً قریب المرگ شخص پر واجب تھا کہ اگر اس کے پاس مال ہو تو اپنے والدین اور رشتہ داروں کے لیے وصیت کرے جس کا ذکر سورۂ بَقَرَہ آیت نمبر 180 میں موجود ہے، پھر یہ حکم لَاوَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ یعنی وارث کے لیے وصیت نہیں۔ والی حدیث سے منسوخ کردیا گیا۔

سوال: منسوخ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی وضاحت کریں۔

جواب: **اس کی تین قسمیں ہیں:**

1. **تلاوت منسوخ حکم باقی:** جو آیتِ مبارکہ منسوخ ہوگی اس کی تلاوت منسوخ ہوجائے گی اور حکم باقی رکھا جائے گا، مثلاً آیتِ رجم جس میں شادی شدہ مرد و عورت کو رَجم کرنے کا حکم دیا گیا تھا لیکن بعد میں وہ آیت منسوخ ہوگئی اور اس کا حکم باقی ہے۔

2- **تلاوت باقی حکم منسوخ:** جو آیت منسوخ ہوگی اس کی تلاوت باقی رکھی جائے گی اور حکم اٹھالیا جائے گا، مثلاً آیتِ نجویٰ یعنی سورۂ مُجَادَلَہ کی آیت نمبر 12 جس میں رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سرگوشی میں بات کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم تھا، اس پر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، پھر یہ آیت باقی رہی اور حکم منسوخ ہوگیا۔

3-**تلاوت اور حکم دونوں منسوخ:** جو آیتِ مبارکہ منسوخ ہوگی اس کی تلاوت اور اس میں بیان کیا گیا حکم دونوں ہی منسوخ ہوجائیں گے، مثلاً نامحرم بچے سے حرمتِ رضاعت کے لیے ضروری تھا کہ عورت اسے دس بار دودھ پلائے پھر حکم ہوا کہ پانچ بار دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی، لیکن یہ حکم جس آیت میں تھا وہ آیت اور حکم دونوں منسوخ ہوگئے پھر سورۂ نساء کی آیت نمبر 23 نازل ہوئی جس میں فقط دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کا ذکر ہے یعنی کسی نے بچے کو مدت رضاعت کے اندر اندر ایک گھونٹ بھی دودھ پلادیا تو حرمت ثابت ہوجائے گی،اس دوسری آیت کی تلاوت اورحکم دونوں باقی ہیں۔

سوال: تخصیصِ حکم کے لحاظ سے نسخ کی کتنی اور کونسی قسمیں ہیں؟

جواب: **اس لحاظ سے نسخ کی دو قسمیں ہیں:**

1- نسخِ کلی: وہ آیات جن میں تمام افراد کے حق میں حکم منسوخ کردیا جاتا ہے، مثلاً تمام آیاتِ منسوخہ وغیرہ۔

2- نسخِ جزئی: وہ آیات جو عام حکم کو بعض افراد کے حق میں مخصوص صورت کے تحت منسوخ کردیں، مثلاً پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والے کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو اس پر حدِّ قذف لگائی جائے گی لیکن اس حکم سے وہ شوہر خارج ہے جو اپنی بیوی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو حد جاری ہونے کے بجائے اس پر لِعان کا حکم ہوگاجس کا ذکر سورۂ نور کی آیت نمبر 4 تا 10 میں موجود ہے۔

سُوال: نسخِ ضمنی کسے کہتے ہیں؟

جواب: نسخِ ضمنی: جس حکمِ شرعی کو منسوخ کیا جارہا ہو اگر ناسخ کے ساتھ اس کی صراحت نہ ہو تو اس کو نسخِ ضمنی کہا جائے گا، اکثر نسخ اسی نوعیت کا ہوتا ہے کہ اس میں ناسخ کے ساتھ منسوخ کی صراحت نہیں ہوتی۔

{ اعجازِ قرآن }

سُوال: اعجازِ قرآن کا معنیٰ حرف بہ حرف بیان کیجیے۔

جواب: قرآنِ پاک اپنے الفاظ و معانی، حسنِ ترتیب، سرعتِ تاثیر، فصاحت و بلاغت، سابقہ و آیندہ ہونے والے واقعات کی خبریں دینے اور زبردست راہ نما اصولوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس قدر کامل اور درست ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے جیسا کلام نہیں لاسکتا، نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

سُوال: اعجازاتِ خمسہ کون کون سے ہیں؟ ہر ایک کا نام اور معنیٰ بیان کیجیے۔

جواب: (1)اعجازِ بیانی (2)اعجازِ علمی (3)اعجازِ تشریعی (4)اعجازِ غیبی (5)اعجازِ نفسی۔

سُوال: اعجازِ قرآن کو اشرف المعجزات کیوں لکھا گیا ہے؟

جواب: اشرف المعجزات: انبیائے کرام کو دیئے جانے والے تمام معجزات میں سب سے عظیم معجزہ قرآن پاک ہے کیونکہ یہ معجزہ بھی ہے ، وحی بھی اور کلامِ الٰہی بھی، جبکہ دیگر معجزات وحی کی تصدیق کے لیے پیش کیے جاتے ہیں نیز قرآن اپنی صداقت پر خود معجزہ ہے الگ سے معجزے کا محتاج نہیں۔

سُوال: دیگر معجزات اور معجزۂ قرآن میں فرق واضح کیجیے۔

جواب: دیگر معجزات خلافِ اسباب امور پر مشتمل ہوتے ہیں اور اسی مخالفت کی بنا پر انبیا کی سچائی کا یقین کیا جاتا ہے لیکن اعجازِ قرآن کا یقین مخالفت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا بلکہ انسان اپنی عقل و فہم کے مطابق اس معجزے کا اعتراف کرتا ہے جیسے جیسے وہ عالَمِ اِسباب کے نظام کو سمجھتا جاتا ہے ویسے ویسے قرآن کے اعجاز پر اس کا یقین بڑھتا چلاجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے غیر مسلم مفکرین کے سامنے جب علم و دانش کے دروازے کھلتے ہیں تو مُنصِف مزاج قرآن کے اعجاز کے سامنے سر جھکادیتے ہیں۔

سُوال: اعجازِ تشریعی میں اعجاز کس طرح ہے؟

جواب: قرآنِ پاک حیاتِ انسانی کے ہر شعبے کے لیے راہ نمائی رکھتا ہے، اس میں ایک ایسا نظام موجود ہے جو تمام انسانوں کی انفرادی و اجتماعی ضروریات کو نہ صرف بیان کرتا ہے بلکہ اس سے متعلق اصولی راہ نمائی بھی فراہم کرتا ہے، اعجازِ تشریعی کا مزید کمال یہ ہے کہ قرآن اللہ پاک کے ایک ایسے برگزیدہ بندے پر نازل ہوا جنہوں نے کسی استاذ یا عالم سے تعلیم حاصل نہ کی اس کے باوجود اپنی امت کو ایک کامل شریعت عطا فرمائی

سُوال: قرآن کے نظامِ تشریعی پر نوٹ لکھیے۔

جواب: قرآنِ پاک کا نظامِ تشریعی: فردِ بشر کو اس جہاں میں زندگی بسر کرنے،اپنے اور دوسروں کے حقوق کو سمجھنے، عائلی و معاشرتی تعلقات کا تحفظ کرنے اور دنیا و آخرت میں سرخ رو ہونے کے لیے بنیادی طور پر تین چیزوں کی ضرورت ہے:

1- عقیدہ: قرآنِ پاک نے انسان کو ایسا عقیدہ عطا فرمایا ہے جو نہایت آسان، فطرتِ انسانیہ کے عین موافق، قلب و روح کو سکون و اطمینان دینے والا اور عقل کو حیرت سے بچانے والا ہے، نیز اس کے دلائل عقل و فہم کے مطابق ہیں۔ یہ عقیدہ تین چیزوں پر مشتمل ہے۔

2- شریعت: قرآن پاک نے ایک مکمل شریعت عطا فرمائی ہے جس میں انسان کی فلاح و بہبود کے تمام تر تقاضوں کو پورا کیا گیا ہے ، شریعتِ مطہرہ پر عمل انسان کی اجتماعی و انفرادی زندگی کی کامیابی کا ضامن ہے، شریعت کو اجمالاً چار چیزوں کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔

3-اخلاق: قرآن پاک نے انسان کو اعلیٰ اخلاق کا درس دیا ہے، بلکہ اس کی جزئیات تک کو بیان فرمایا ہے، در اصل قرآنِ پاک کے نظامِ اخلاق کی بنیاد تقویٰ اور خشیتِ الٰہی پر ہے.جو ایک مسلمان کو چھوٹے سے بچے بلکہ بے زبان جانور سے بھی اچھا سلوک کرنے پر ابھارتی ہے۔ قرآن کے نظامِ اخلاق کو احاطے کی صورت میں یہاں بیان کرنا آسان نہیں لہذا اس کے لیے اسلامی کتبِ اخلاق کا مطالعہ کرنا مفید رہے

سُوال: اعجازِبیانی کی کوئی ایک جہت بیان کیجیے۔

جواب:کم الفاظ زیادہ معانی: قرآنِ پاک کم سے کم الفاظ میں زبردست اور شاندار مفہوم پیش کرتا ہے،مثلاً اہل عرب

کے یہاں فصیح و بلیغ جملوں میں سے ایک جملہ ہے " اَلْقَتْلُ اَنْفٰی لِلْقَتْلِ یعنی قتل قتل کو روکنے والا ہے " لیکن قرآنِ پاک میں اسی مفہوم کو یوں ادا کیا گیا: (فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ) (30) ترجمہ: "اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔" قرآن کاپیش کردہ جملہ کلِمات کی تعداد، الفاظ کی تکرار، حسنِ عبارت اور خوبصورت مفہوم میں عرب کے فصیح و بلیغ جملے سے بہت اعلیٰ ہے۔

سُوال: اعجازِ قرآن کے کوئی دو مقصد بیان کیجیے۔

جواب: پہلا مقصد: اس بات کو ثابت کرنا کہ قرآن حق ہے اور اللہ ہی کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔دوسرا مقصد: حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلِہٖ وسلم کی رِسالت و نبوت کو ثابت کرنا اور اس معجزے کے ذریعے تائید فرمانا۔

سُوال: اعجازِ علمی کی کوئی ایک جہت کتاب سے بیان کیجیے۔

جواب: خلقِ انسانی کا بیان: قرآنِ پاک نے خالقِ حقیقی کے وجود کی دلیل بیان کرتے ہوئے انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا تذکرہ فرمایا ہے کہ وہ پانی کا ایک قطرہ تھا، پھر کس طرح ترتیب وار ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے کی طرف منتقل کیا گیا اور صورتِ بشری میں ظاہر ہوا ۔ چنانچہ فرمایا:﴿وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا(۱۴)نوح﴾ترجمہ: حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح بنایا۔اس آیت میں انسان کی تخلیق کے مراحل کا اجمالاً تذکرہ ہوا جس کی تفصیل دوسری جگہ یوں کی گئی:﴿ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍۚ(۱۲) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ(۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًاۗ-ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَؕ-فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَؕ(۱۴) ترجمہ: اور بے شک ہم نے آدمی کو چُنی ہوئی مٹی سے بنایا، پھر اُسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کی پھٹک کیا پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر اُن ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اسے اور صورت میں اُٹھان دی تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔

تخلیقِ انسانی کے ان مراحل کا بیان اس وقت ہوا جب کوئی ظاہری ذریعہ ان مراحل کو پہچاننے کا موجود نہیں تھا اور آج ترقیاتی علوم کے ذریعے قرآن کے اس اعجازِ علمی کا اعتراف ہر خاص و عام کررہا ہے۔ نیز یہ بحث الگ ہے کہ اس ایک آیت میں ترقیاتی علوم کی مزید کن کن شاخوں کی طرف اشارہ ہے۔

{اُسلوب قرآن}

سُوال: قرآن کا معنیٰ قیودات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

جواب: قرآنِ پاک اسلامی اصولوں، حکمت بھری باتوں، عمدہ نصیحتوں، معنیٰ خیز مکالموں، ماضی و مستقبل کی خبروں اور ثواب و عذاب کی بشارتوں وغیرہ کا ملا جلا بیان ہے جس میں ادبی پہلو، بیانی خوبیاں اور علمی وجاہت اپنے کمال کے ساتھ موجود ہے، یہ بیان نہ خالصتاً نثر میں ہے نہ نظم میں بلکہ اپنے خاص اُسلوب میں ہے جس کا موجد خود قرآن ہی ہے، البتہ اس میں نظم سے زیادہ لذت اور نثر سے بڑھ کر وقار پایا جاتا ہے۔

سُوال: اسلوبِ کلام کی اصناف کے ضمن میں اسلوبِ قرآنی پر روشنی ڈالیے۔

جواب: قرآنِ پاک دیگر کتابوں کی طرح ایک موضوع پر مشتمل یا ابواب و فصول میں منقسم نہیں ہے بلکہ مختلف عنوانات پر مشتمل کئی سورتوں میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ ایک ایک سورت اسلام کی ترجمان ہے۔

علمی، خطابی اور ادبی اُسلوب کی خصوصیات الگ الگ ہیں، ان سب کا دائرۂ عمل جدا گانہ ہونے کے باوجود بھی قرآن ایک ہی عبارت میں ان تینوں کو اس طرح جمع کردیتا ہے کہ علم کی سنجیدگی بھی ہوتی ہے، خطابت کا زور بھی برقرار رہتا ہے اور ادب کی شگفتگی پر بھی اثر نہیں پڑتا۔

قرآن کے کلمات اپنی جگہ ایسے سمائے ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا کلمہ اس کی جگہ ہرگز موزوں نہیں ہوسکتا، ان کلمات کی حَرَکات و سَکَنات اور ان کی باہمی مُنَاسَبَت عجیب حسن پیدا کرتی ہے کہ عربی نہ جاننے والا شخص بھی اس کا اثر لیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآنی اسلوب ایک ہی عبارت میں نثر و نظم سے بڑھ کر خوف و ہیبت، ناز و نعمت، پند و نصیحت جیسے مختلف مضامین کا ایسا جامع بیان ہے جو آج تک کسی ایک شخص کے کلام میں جمع نہیں ہوسکے۔ اسلوبِ قرآنی کی لفظوں میں تعبیر مشکل ہے۔

سُوال: قرآنی سورتوں اور بادشاہوں کے خطوط میں کیا مناسبت ہے؟

جواب: اللہ پاک بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے اسی لیے قرآنِ پاک کی سورتوں کے اسلوب اور بادشاہوں کے خطوط میں حد دَرَجہ مُنَاسَبَت پائی جاتی ہے مثلاً جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کی راہ نمائی اور حسنِ تدبیر کے لیے وقفے وقفے سے خط بھیجتے ہیں اسی طرح قرآنی سورتیں بھی وقفے وقفے سے نازل ہوتی رہیں۔ جس طرح بادشاہوں کے خطوط ایک جیسے نہیں ہوتے بلکہ ہر خط کا آغاز، اختتام اور درمیان الگ الگ ہوتا ہے اسی طرح سورتوں کا معاملہ ہے۔

سُوال: سورتوں کے آغاز کی کیفیت تحریر کیجیے اور کتاب کے علاوہ تین مثالیں بھی لکھیے۔

جواب: قرآنی سورتوں کا آغاز بادشاہوں کے خطوط کی طرح مختلف ہوتا ہے کبھی براہِ راست مقصد سے ابتدا ہوتی ہے، کبھی مقصد کے موافق امور کا بیان ہوتا ہے اور کبھی حروفِ مقطعات کے ذریعے کلام کا آغاز ہوتا ہے۔

کیفیت	سورت	آیت
حمد	فاتحہ	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ(۱)
تسبیح	الحشر	سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِۚ
غرض	قَدْر	اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِۖۚ(۱)
قسم	التین	وَ التِّیْنِ وَ الزَّیْتُوْنِۙ (۱)
مقطعات	ق	قٓ ﱡ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِۚ (۱)

سُوال: سورتوں کی اختتامی کیفیت پر روشنی ڈالیے اور کتاب کے علاوہ تین مثالیں ذکر کیجیے۔

جواب: قرآنی سورتوں کا اختتام بھی بادشاہوں کے خطوط کی طرح ہے کہ اس میں کبھی حکمت بھری نصیحت ہوتی ہے، کبھی اہم وصیت اور کبھی دعاؤں پر سورت کا اختتام ہوتا ہے۔

سُوال: درج ذیل اصطلاحات کا معنیٰ بیان کیجیے:

تشبیب: قصیدوں وغیرہ کے شروع میں عجیب مقامات اور ہولناک واقعات کا ذکر کرنا تشبیب کہلاتا ہے

تَہدِید: ڈرانا، دھمکانا یا سرزنش کرنا۔

تَسْلِیَہ: تسلی یا دلاسا دینا، اطمینان دلانا۔

تَہْلِیل : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ یا اس کے ہم معنیٰ الفاظ کہنا۔

صِلَۃُ الْاَرْحام: صلۂ رحمی۔

جَوَامِعُ الْکَلِم :

مقطعات: {الٓمّٓ:}قرآن پاک کی 29سورتوں کے شروع میں اس طرح کے حروف ہیں ، انہیں ''حروفِ مُقَطَّعَات''کہتے ہیں ،

{ مضامین قرآن }

سُوال: مقاصدِ قرآن کی روشنی میں مضامینِ قرآن کا معنیٰ بیان کیجیے۔

جواب: نزولِ قرآن کے مقاصد میں کفر و شرک کا خاتمہ، برے اعمال کی روک تھام، لوگوں کو باکردار مسلمان بنانا اور ان کی دنیا وی اور اخروی زندگی کو سنوارنا شامل ہے، قرآنِ پاک کے مضامین ان ہی چیزوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔

سُوال: مضامینِ قرآن کی قسمیں اوران کا معنیٰ بیان کیجیے۔

جواب: **قرآنِ پاک کے مضامین بنیادی طور پر تین قسموں پر مشتمل ہیں:**

(1) **توحید:** مضامینِ توحید میں اللہ و رسول پر ایمان اس کے تقاضے اور منکرین کا رد ہوتا ہے۔

(2) **تذکیر:** مضامینِ تذکیر میں جنت و دوزخ، ترغیب و ترہیب، تزکیۂ نفس اور سابقہ قوموں کے احوال کا تذکرہ ہوتا ہے۔

(3) **احکام:** مضامینِ احکام میں حلال و حرام اور واجبات و مکروہات وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔

سُوال: تذکیر باٰلاءِ اللہ کے بارے میں بتائیے اور قرآن شریف سے دو مثالیں بھی ذکر کیجیے۔

جواب: قدرتِ خداوندی کی وضاحت کے لیے آسمان وزمین کی تخلیق اور اللہ پاک کی طرف سے دی جانے والی

طرح طرح کی بے شمار نعمتوں کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس رب نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا، بے مثال ترتیب پر اس کو بسایا اور اپنی مخلوق کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام فرمایا وہی اس کا حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے برگزیدہ پیغمبروں کی اتباع کرکے اس کو راضی کیا جائے۔

سُوال: قرآن میں جدل و مخاصمہ کیوں مذکور ہوا؟

جواب: جدل/ مخاصمہ: کسی بھی طرح اسلامی فکر سے ٹکرانے والے گروہ کی نشاندہی کی جاتی ہے اور ان کا رد کیا جاتا ہے، جعل سازیوں، چال بازیوں اور باطل نظریات پر اَڑ جانے والے کافروں کو واضح دلائل و قرائن کی روشنی میں دعوتِ حق پیش کی جاتی ہے اور نہ ماننے پر ان کے خود ساختہ بھونڈے دلائل کا رد کیا جاتا ہے۔

سُوال: قرآن صراحتاً کتنے گروہوں کا رد کرتا ہے؟ ان کا تعارف اور نظریات بیان کیجیے۔

جواب: قرآنِ پاک اپنے زمانۂ نزول کے پسِ منظر میں چار گروہوں کا رد کرتا ہے:

1. مشرکین: یہ گروہ خود کو حنیف یعنی دینِ ابراہیم کا پیروکار کہا کرتا تھا اور حقیقت میں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو پسِ پشت ڈال رکھا تھا۔ یہ گروہ اللہ پاک کو مانتا اس کی قدرت کا اعتراف کرتا اور اسے ہی خالق کائنات تسلیم کرتا تھا، لیکن اس کے ساتھ غیرِ خدا کو شریک بھی ٹھہراتا،بتوں کی پوجا کرتا، فِرشتوں کو اس کی بیٹیاں کہتا، مرنے کے بعد اٹھنے کا انکار کرتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رِسالت کو جھٹلاتا تھا۔

2. یہود: یہ گروہ تورات پر ایمان رکھتا تھا، لیکن ساتھ ہی کئی برائیوں کا شکار تھا مثلاً اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر صرف اس وجہ سے ایمان نہیں لاتا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد سے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی طرف نازیبا چیزوں کی نسبت کیا کرتا تھا، تورات شریف میں لفظی اور معنوی تحریف کرتا تھا ،نیز انہوں نے تورات کی کئی آیات کو چھپارکھا تھا اور اس میں اپنی مرضی کی باتیں شامل کردی تھیں۔

3. نصاریٰ: یہ گروہ انجیل پر ایمان رکھتا تھا، لیکن ساتھ ہی کئی برائیوں کا شکار تھا مثلاً عقیدۂ تثلیث و تصلیب کا قائل تھا یعنی تین خدا تسلیم کرتا ، اس کے نزدیک باپ خالق کائنات ہے، بیٹا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور روحِ قدس حضرتِ جبریل ہیں، بظاہر تو یہ الگ الگ ہیں لیکن ان کے مل جانے سے ایک خدا بنتا ہے! ان کا یہ نظریہ بھی تھاکہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں گناہ ہوا جو نسل در نسل ان کی اولاد میں منتقل ہوتا ہوا آیا، اس کے کفارے کے لیے باپ نے اپنے بیٹے کو پیدا کیا وہ سولی پر لٹکایا گیا اور پوری انسانیت کی طرف سے کفارہ بن گیا۔

4. منافقین: یہ گروہ بظاہر مسلمان تھا لیکن دل میں کفر چھپائے رکھتا تھا، اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ انہیں اسلام کی شان و شوکت اور اس کے مقابلے کے قابل نہ ہونے کا خوف تھا یا پھر مالی فوائد حاصل کرنا مقصود تھا جیسے مالِ غنیمت اور زکوٰۃ وغیرہ۔

سُوال: مضامینِ تذکیر کے مقاصد و معانی اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

جواب: تذکیر بایامِ اللہ: دینِ حق قبول کرنے والے خوش نصیبوں کا تذکرہ اور ان پر انعاماتِ الٰہیہ کا بیان ہوتا ہے جبکہ نافرمان خود سر کافروں کے انجام اور ان پر آنے والے عذاب کو بیان کیا جاتا ہے، اسی ضمن میں انبیائے کِرام علیہمُ السّلام کے واقعات و گزشتہ قوموں کے احوال کا کہیں تفصیلی اور کہیں اجمالی تذکرہ ہوتا ہے اور کوئی واقعہ تکرار کے ساتھ بھی ذکر کردیا جاتا ہے۔

تذکیر بالموت و مابعدہ: موت اور مرنے کے بعد کے احوال بیان کیے جاتے ہیں، برزخ، احوالِ قیامت، حشر و نشر اور حساب و جزا کے ساتھ ساتھ جنت اور اس کی نعمتوں، جہنم اور اس کے عذابات کا ذکر ہوتا ہے تاکہ انسان ان سب چیزوں کے لیے تیاری کرے اور خوف و امید کے درمیان رہتے ہوئے بے ضرر زندگی گزارے۔

سُوال: صریح آیاتِ احکام کتنی ہیں؟ کیا ان کے علاوہ دیگر آیات سے احکام حاصل ہوسکتے ہیں؟

جواب: قرآنِ پاک میں احکام پر مشتمل صریح آیات کی تعداد 500 ہے جن میں عملی زندگی کے مسائل کا بیان ہے

{تفسیر قرآن}

سوال: تفسیرِ قرآن کا معنیٰ بیان کیجیے اور بتائیے کہ تفسیر کے ساتھ کن علوم کا تعلق ہوتا ہے؟

جواب: **تفسیرِ قرآن کا معنیٰ:** قرآنِ پاک کے الفاظ و معانی میں غور و فکر کے بعد احکامِ شریعت، مسائلِ دین، محاسنِ اسلام کو واضح کرنا اور ممکنہ اعتراضات کو دور کرنا۔

تفسیر کا تعلق قرآنِ پاک کے ساتھ ہے لہٰذا علمِ قراءت، علمِ لغت، علمِ فقہ و اصولِ فقہ، علمِ اخلاق اور علمِ کلام جیسے علوم جو فہمِ قرآن کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں یا انسانی زندگی سے ان کا بنیادی ربط بنتا ہے تو وہ تفسیر سے متعلق ہوں گے۔

سوال: تفسیر کے ضمن میں کون سی ابحاث غیر متعلقہ شمار کی جائیں گی مثال سے واضح کیجیے؟

جواب: وہ علوم جو نہ فہمِ قرآن کے لیے کار آمد ہیں نہ انسانی زندگی سے ان کا کوئی تعلق ہے قرآنی آیات کے تناظر میں ان پر بات کرنا تفسیرِ قرآن نہیں ۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:{ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَۙ}ترجمہ: اور فرعون بولا اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک۔

اس آیت کے تحت فنِّ تعمیر کے اصول و جزئیات پر بحث کرنا اور انجینئرنگ کے فارمولے قرآن پاک سے نکالنا یا دنیا میں کہاں کہاں کس کس طرح تعمیراتی کام کیے جاتے ہیں، بنیادوں کو کس طرح مضبوط بنایا جاتا ہے اور اس کے لیے کس قسم کی زمین درکار ہوتی ہے وغیرہ پر بحث کرنا ہرگز تفسیرِ قرآن نہیں ہے۔

سوال: تفسیر کے مراتب بیان کیجیے اور بتائیے کہ کس مرتبے کے لیے کیا چیز ضروری ہے؟

جواب: آیتِ قرآنیہ کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کے لحاظ سے تفسیر کے چار مراتب ہیں۔

(1) **کلمہ و کلام:** عربی کلمات اور جملوں کی تراکیب کی پہچان سے فہمِ قرآن کے راستے ہموار ہونا شروع ہوں گے، لہٰذا تفسیرِ قرآن میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان علوم پر مہارت حاصل کی جائے جو کلمات کی ہیئت اور کلام کی تراکیب سمجھنے میں آسانی پیدا کریں جیسے علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ لغت اور علومِ بلاغت۔

(2) معانیِ ضروریہ: قرآن ِکریم کی وہ باتیں جنہیں پڑھ یا سن کر ہر شخص بغیر وضاحت طلب کیے ان کا معنیٰ سمجھ جائے اگرچہ وہ ان کلمات کی فنی بحث سے ناواقف ہو مثلاً ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ترجمہ: تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔﴾یہ آیتِ مبارکہ سن کر ہر شخص جان جائے گا کہ "حقیقی بندگی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہوسکتا" اگرچہ یہ معنیٰ جاننے والے شخص کو " اِعْلَمْ " صیغہ نہ معلوم ہو، وہ " لَا " اور "اِلَّا" کی بحث نہ جانتا ہو اور آیت میں موجود حَصْر سے بھی نا واقف ہو۔

(3) حلال و حرام: قرآنِ کریم کی وہ باتیں جو انسانی زندگی کی ضروریات پر مشتمل ہوں مثلاً عقائد و نظریات، عبادات و معاملات، معاشیات و معاشرت وغیرہ۔

(4) اسرار: قرآنِ کریم کی وہ باتیں جو علمِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں یا انسانی حواس کے ذریعے ان کا جاننا ممکن نہیں مثلاً آیاتِ مُتشابہات کے معانی، روح و فِرشتے کی تفسیر، جنت و دوزخ کی وضاحت وغیرہ ۔ یہ وہ راز ہیں جن پر یقین رکھنا ایمان کی بنیاد ہے اور یہی ایمان ایک مسلمان کا امتحان ہے۔ البتہ ان چیزوں کے وجود کا علم قرآنی آیات کے ذریعہ ہی ہوتاہے جن کی کیفیت بس اتنی ہی معلوم ہوسکتی ہے جتنی قرآنِ کریم صراحتاً بیان کردے! اس کے علاوہ اللہ پاک کی عطا کے بغیر کسی بھی ذریعے سے کوئی انسان ان اسرار کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔

سوال: تفسیر بالروایہ کسے کہتے ہیں؟ اوراس کی اقسام کی وضاحت کیجیے۔

جواب: قرآنِ پاک کی وہ تفسیر جس میں مفسر کی رائے کو دخل نہ ہو بلکہ قرآن و حدیث میں وہ تفسیر موجود ہو، اس تفسیر کو "تفسیر بالماثور" بھی کہا جاتا ہے۔ **تفسیر بالماثور کی تین قسمیں ہیں:**

I. تفسیرِ قرآن بالقرآن: قرآنِ پاک کی وہ تفسیر جو قرآنی آیات ہی سے کی جائے،مثلاً قرآنِ پاک میں ایک جگہ کوئی حکم بیان کیا جائے اور دوسری جگہ اس حکم کی مدت کے اختتام کا ذکر ہو ، یا ایک مقام پر کوئی

بات وضاحت کے ساتھ ذکر نہ کی جائے اور دوسری جگہ اس کی وضاحت کردی جائے تو یہ دوسرا مقام پہلے کے لیے تفسیر ہوگا۔ تفسیرِ قرآن کی یہ قسم سب سے اعلیٰ ہے۔

II. **تفسیرِ قرآن بالحدیث:** قرآنِ پاک کی وہ تفسیر جو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فرامین سے کی جائے، مثلاً قرآنِ پاک میں کوئی حکم بیان ہو مگر اس حکم کو پورا کرنے کی کیفیت یا طریقہ مذکور نہ ہو اور حدیثِ پاک میں اس کی وضاحت موجود ہو تو وہ حدیث اس حکمِ قرآنی کے لیے تفسیر ہوگی۔

III. **تفسیرِ قرآن بآثارِ الصحابہ:** قرآنِ پاک کی وہ تفسیر جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے کی جائے۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تفسیر بیان کرنے والے صحابی کوئی ایسی چیز بیان فرمائیں جس میں ان کی رائے کو دخل نہ ہو مثلاً غیب کی باتیں، اسباب نزول وغیرہ، کیونکہ وہ چیزیں جس میں رائے کو دخل نہ ہواور صحابی بیان فرمارہے ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے سن کر ہی بیان کررہے ہوں گے۔ اگر ایسی بات بیان فرمائیں جس میں رائے کو دخل ہو تو وہ تفسیر بالروایۃ کے تحت نہیں ہوگی بلکہ تفسیر بالدرایۃ میں شمار ہوگی۔ ہاں اگر کسی آیت کے معنیٰ پر درایۃً صحابۂ کرام کا اجماع ہوجائے تو وہ تفسیر بھی تفسیر بالدرایہ نہیں بلکہ تفسیر بالماثور ہی سمجھی جائے گی۔

سوال: تفسیرِ فقہی اور تفسیرِ اشاری پر روشنی ڈالیے۔

جواب: **تفسیرِ فقہی:** وہ تفسیر جس میں مفسر اپنے علم و فہم اور اجتہاد کے زور پر شرعی مسائل اور دینی احکام بیان کرے یا ان کو نقل کرے۔ تفسیرِ فقہی کا سلسلہ دورِ رسالت سے جاری و ساری ہے اور کئی صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم سے قرآنی آیات میں غور و فکر کے بعد اپنی رائے سے مسائل حل کرنا ثابت ہے۔

تفسیرِ اشاری: وہ تفسیر جس میں مفسر اپنے علم و فہم کے ساتھ ساتھ توفیقِ الٰہی سے ملنے والے باطنی اشارات کی بنیاد پرکسی آیت کا وہ معنیٰ بیان کرے جو ظاہری معنیٰ کے علاوہ ہو، تفسیرِ اشاری اور ظاہری معنیٰ کے درمیان کسی قسم کا تضاد نہیں ہوتا بلکہ ان میں تطبیق ممکن ہوتی ہے۔(8) تفسیرِ اشاری کا سلسلہ بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے جاری ہے۔

سوال: تفسیر بالرائے صحیح اور تفسیر بالرائے باطل کا بنیادی فرق واضح کیجیے۔

جواب: **تفسیر بالرائے صحیح:** مفسر کی رائے کے مطابق ہونے والی قرآن کی وہ تفسیر جو قرآن و حدیث اور اصولِ شرع کے خلاف نہ ہو بلکہ ان کی وضاحت اور عمدہ معانی کے حصول کا ذریعہ بنے۔

تفسیر بالرائے باطل: اس مفسر کی رائے کے مطابق ہونے والی قرآن کی تفسیر جو اُصولِ دین اور مقاصدِ شرع سے نابلد ہو اور اس کی رائے عقلاً اور شرعاً درست نہ ہو۔ ایسی تفسیر کرنا حرام ہے۔

سوال: تفسیر کی شرائط لکھیے اور بتائیے کہ تفسیر کب تاویل ہوگی اور کب تحریف؟

جواب: **قرآنِ کریم کی تفسیر کے لیے درج ذیل تین شرائط ہیں:**

(1) ہر کلمہ اپنے حقیقی معنیٰ یا مجازِ مُتَعَارَف پر محمول ہو۔

(2) کلام کا سیاق و سباق اور باہمی ربط ملحوظ رہے۔

(3) شاہدانِ نزولِ وحی یعنی نبی علیہ السلام اور صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے خلاف نہ ہو۔

اگر تفسیر میں پہلی شرط نہ پائی جائے تو وہ تاویلِ قریب ہوگی، دوسری نہ ہو تو وہ تاویلِ بعید ہوگی اور تیسری بھی نہ ہو تو وہ نہ تاویل ہوگی نہ تفسیر بلکہ تحریف ہوگی ۔

{ مفسرِ قرآن }

سُوال: مفسرِ قرآن کون ہوتا ہے اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب: **مفسرِ قرآن:** وہ عالِمِ باعمل جو علومِ قرآن اور اصولِ دین کا ماہر ہو اور مقاصدِ شرع کی روشنی میں قرآن کو سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

ذیل میں قابلِ بھروسا مفسر کی نو شرائط بیان کی جارہی ہیں، ملاحظہ کیجیے:

(1) عقیدۂ اہلِ سنت (2) عملِ صالح

(3) اتباعِ سُنَّت (4) پابندئ سُنَّت

(5) درست نیت (6) روایات وآثار کا علم اور ان پر مکمل اعتماد

(7) بدعاتِ سیئہ سے اجتناب (8) قواعدِ عربیہ میں مہارت

(9) مُتَعَارِض اقوال میں ترجیح کی صلاحیت اور دفع تعارُض کی قابلیت

سُوال: مفسرِ قرآن کے لیے کتنے اور کون کون سے علوم کا جاننا ضروری ہے؟

جواب: **ذیل میں مفسر کے لیے 25 ضروری علوم ذکر کیے جارہے ہیں ملاحظہ کیجیے:**

(1) عِلمِ لغت (2) علِمِ نحو (3) علِمِ صرف (4) علِمِ اشتقاق (5تا7) علومِ بلاغت (8) علِمِ قراءات (9) علِمِ اصولِ الدین (10) علِمِ اصولِ فقہ (11) علمِ فقہ (12) علِمِ اسبابِ نزول و قصص (13) علِمِ ناسخ و منسوخ (14) علِمِ احادیث مُبَیِّنَہ (15) علِمِ موہبہ / علِمِ لدنی (16) علِمِ کلام (17) علِمِ تاریخ (18) علِمِ جغرافیہ (19) علِمِ زہد و رقاق (20) علِمِ اسرار (21) علِمِ جدل و خلاف (22) علِمِ سیرت (23) علِمِ حقائق (24) علِمِ حساب (25) علِمِ منطق ۔

سُوال: طبقاتِ مفسرین پر روشنی ڈالیے اور ہر طبقے کے تین تین مشہور مفسرین کے نام لکھیے۔

جواب: **مفسرین کا پہلا طبقہ:**

مفسرینِ قرآن کا پہلا طبقہ صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم کا ہے ان حضرات نے مشکاتِ نبوت سے نورِ قرآن حاصل

کیا اور فیضانِ نبوت سے خوب مالا مال ہوئے پھر تربیتِ نبوی کی روشنی میں قرآن کی تفاسیر کو آنے والے لوگوں کے لیے بیان فرماتے رہے، مفسرین کے اس عظیم طبقہ میں دس صحابۂ کِرام مشہور ہوئے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

1- حضرت ابوبکر صدیق　　2- حضرت عمر فاروقِ اعظم

3- حضرت عثمانِ غنی　　4- حضرت علی المرتضی

مفسرین کا دوسرا طبقہ:

مفسرینِ قرآن کا دوسرا طبقہ تابعین کا ہے، ان حضرات نے صحابۂ کِرام سے تفسیر و حدیث کا علم حاصل کیا اور اسے آگے بیان فرماتے رہے، تابعین کے طبقے میں تین شہروں کے مفسرین مشہور ہوئے:

1- حضرت مجاہد بن جبر مکی　　2- حضرت عطا بن ابی رباح

2- حضرت طاؤس بن کیسان

مفسرین کا تیسرا طبقہ:

مفسرینِ قرآن کا تیسرا طبقہ تبع تابعین کا ہے، ان حضرات نے اپنے زمانے کی جلیل القدر ہستیوں سے علم حاصل کیا اور علومِ دینیہ میں نمایاں خدمات انجام دیں، اس طبقے میں بہت سارے جبل العلم (علم کے پہاڑ) پیدا ہوئے جن کی فلک شگاف بلندیوں کو دیکھ کر آفاقِ عالَم کو اپنی پستی پر شرمندہ ہونا پڑا، ان عظیم دیدہ وروں کی فہرست طویل ہونے کی وجہ سے صرف تین افراد کے اسمائے گرامی ملاحظہ فرمائیے:

حضرتِ وکیع بن جراح　　حضرتِ شعبہ بن حجاج　　حضرتِ سفیان بن عیینہ رحمۃُ اللہ علیہم

سُوال: مفسرین کے تینوں طبقات کا اندازِ تفسیر تحریر کیجیے اور ان کا باہمی فرق واضح کیجیے۔

جواب: **صحابۂ کِرام کے اندازِ تفسیر کو چار نِکات کے تحت بیان کیا جارہا ہے:**

1- **مفردات کی تحقیق**: صحابۂ کِرام مفرداتِ قرآن کے معنیٰ معین کرنے اور ان کی تحقیق کے لیے شعرائے عرب کے اشعار سے استدلال کرتے، مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خارجی سردار نافع

بن ازرق کے سُوالوں کے جواب میں زمانۂ جاہلیت کے اشعار سے ثبوت پیش کرکے مفرداتِ قرآن کی تحقیق فرمائی۔ اس کے علاوہ یہ حضرات از خود بھی مفردات کی تحقیق فرماتے جس میں کسی بھی شعر وغیرہ کا حوالہ نہ ہوتا، ان حضرات کی یہ تفسیر اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے حجت مانی جاتی ہے۔

2- **عقائدواحکام:** صحابۂ کِرام عقائد،احکام اور ناسخ و منسوخ سے متعلق تفسیر فرماتے لیکن ان حضرات کی یہ تفسیر خالصتاً منقولی ہوتی، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جو بیان فرمایا ان حضرات نے اسی کو آگے بڑھادیا۔

3- **اسبابِ نزول**: صحابۂ کِرام نزولِ قرآن کے پس ِمنظر میں تفسیر فرماتے،چونکہ ان حضرات کو علم ہوتاکہ فلاں آیت کب اور کس سلسلے میں نازل ہوئی تو ان کی تفسیر سببِ نزول کے عین مطابق ہوتی۔

4- سیاق وسباق:صحابۂ کِرام تفسیر کے لیے آیت کے سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے اوراسی کے مطابق وضاحت فرماتے۔

تابعین کے اندازِ تفسیر کو تین نِکات کے تحت بیان کیا جارہا ہے ملاحظہ کیجیے:

1- **احادیث وآثار:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور ان کے صحابۂ کِرام رضی اللہ عنہم کے طریقے کی پیروی کی، سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآنی آیات سے بیان کی، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی احادیث سے بیان کی اور جہاں انہیں قرآن و حدیث سے کسی آیت کی تفسیر نہ ملی وہاں قرآن کی تفسیر صحابۂ کِرام کے آثار سے بیان فرمائی۔

2- **اجتہادو استنباط:** جن آیات سے متعلق قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ سے تفسیر میسر نہ آئی وہاں اپنے اجتہاد و استنباط سے کام لیا، یہ کوشش نئے نئے مسائل کے حل، فتنہ پروروں کے رد اور دیگر الجھنوں سے نکلنے کے لیے کی گئی۔

3-**اسرائیلیات:** قرآنِ پاک کی کئی آیات و واقعات بنی اسرائیل سے متعلق ہیں اور دامن اسلام سے وابستہ ہونے والوں میں بہت سارے افراد وہ بھی تھے جو سابقہ یہودی و نصرانی تھے، ان حضرات نے اپنے علم کے مطابق قرآنی واقعات کی غیر ضروری وضاحت کے لیے بہت ساری اسرائیلی روایات شامل کردیں،

تبعِ تابعین کا اندازِ تفسیر:

تبعِ تابعین کے دور میں مختلف علوم و فنون کا رواج ہوا تو فتنہ پرور لوگوں نے بھی پر تولنا شروع کردیئے اور قرآنی آیات کو فلسفے کی کسوٹی پر پرکھنے لگے، جو آیت فلسفہ کی رو سے سمجھ نہ آتی اس کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلانے لگتے۔ اس سنگین صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے تبع تابعین نے تفسیری روایات کو الگ الگ جمع کرنا شروع کیا، اس طرح "تفسیر بالماثور" کی تدوین ہوئی اور فلسفے کی کسوٹی پر آیات کو پرکھنے کے بجائے ایمان کی پختگی سے آیات کودیکھنے پر زور دیا گیا۔ اسی طبقے کے بعض افراد نے اپنی اپنی فنی مہارت سے قرآن کے ادبی، نحوی اور بلاغی پہلوؤں پر تفاسیر لکھیں۔

تبعِ تابعین کے دورتک ایسی تفسیر نہیں لکھی گئی جو پورے قرآن کی ترتیب وار ہر ہر آیت اور سورت کی وضاحت پر مشتمل ہو، یہ سلسلہ اس زمانے کے بعد شروع ہوا جو اب تک جاری و ساری ہے۔

سُوال: تفسیر میں اسرائیلیات کیسے شامل ہوئیں؟ اوران کا کیا حکم ہے؟

جواب: اسرائیلیات کو قبول کرنے یا قبول نہ کرنے کے لحاظ سے یہ اصول یاد رکھا جائے کہ اگر وہ روایات قرآن و سُنَّت کے موافق ہیں تو ان کو قبول کرلیا جائے۔ اگر وہ قرآن و سُنَّت کے خلاف ہوں مثلاً انبیائے کِرام علیہمُ السّلام کی عظمت و شان میں نقص کا سبب بن رہی ہوں تو ان کو نہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی کسی جگہ بیان کرنے کی اجازت ہوگی۔ بعض روایات وہ ہوں گی جو نہ قرآن و حدیث کے موافق ہوں گی نہ مخالف، ان کے بارے میں حکم یہ ہے کہ نہ ان کی تصدیق کی جائے نہ انہیں جھٹلایا جائے۔

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیب! صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

تنبیہ

یہ فائل مکمل امانت ہے۔ اس کے اسکرین شاٹ، ٹکڑے یا خلاصہ بنا کر شیئر کرنا شرعاً و اخلاقاً منع ہے۔ برائے مہربانی مکمل فائل ہی آگے شیئر کریں۔ جزاک اللہ خیرا

اسائنمنٹ

مزید کتب کے اسائنمنٹ کے لیے ہمارے واٹس ایپ اور انسٹاگرام گروپ جوائن فرمائیں

نوٹ

اہل علم حضرات کہیں تصحیح کی ضرورت محسوس کریں تو پرسنل پر ضرور آگاہ فرمائیں

AFZAL RAZA ATTARI

03085563948